کے متفرق مقامات میں ان بیہودہ اعتراضات کا جواب دیا گیا ہے۔ لیکن اِن دنوں میں **عبد الحکیم خان** نام ایک شخص جو پٹیالہ کی ریاست میں اسسٹنٹ سرجن ہے جو پہلے اِس سے ہمارے سلسلہ بیعت میں داخل تھا مگر بباعث کمی ملاقات اور قلت صحبت دینی حقائق سے محض بیخبر اور محروم تھا اور تکبّر اور جہل مرکب اور رعونت اور بدظنّی کی مرض میں مبتلا تھا اپنی بدقسمتی سے مُرتد ہو کر اِس سلسلہ کا دشمن ہو گیا ہے اور جہانتک اُس سے ہو سکا خدا کے نُور کو معدوم کرنے کیلئے اپنی جاہلانہ تحریروں میں زہریلی پھونکوں سے کام لے رہا ہے تا اس شمع کو بُجھا دے جو خدا کے ہاتھ سے روشن ہے اسلئے مناسب سمجھا گیا کہ اختصار کے لحاظ سے بعض اُس کے ایسے اعتراضات کا جواب لکھ دیا جائے جو عوام کو مطلع کرنے کیلئے قابلِ جواب ہیں کیونکہ عوام پر یہ امر بباعث غفلت اور مشغولی دُنیا کے البتہ مشکل ہے کہ تمام میری کتابیں تلاش کر کے اُن میں سے یہ جواب معلوم کر لیں۔

سو پہلے وہ امر لکھنے کے لائق ہے جس کی وجہ سے عبد الحکیم خان ہماری جماعت سے علیحدہ ہُوا ہے اور وہ یہ ہے کہ اس کا یہ عقیدہ ہے کہ نجات اُخروی حاصل کرنے کیلئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر **ایمان** لانے کی ضرورت نہیں بلکہ ہر ایک جو خدا کو واحد لاشریک جانتا ہے (گو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مکذّب ہے) وہ **نجات** پائے گا۔ اس سے ظاہر ہے کہ اُس کے نزدیک ایک شخص اسلام سے **مرتد** ہو کر بھی نجات پا سکتا ہے اور ارتداد کی سزا دینا اُس کو ظلم ہے۔ مثلاً حال میں ہی جو ایک شخص عبد الغفور نام مُرتد ہو کر آریہ سماج میں داخل ہُوا اور دھرمپال نام رکھایا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین اور تکذیب میں دن رات کمربستہ ہے وہ بھی عبد الحکیم خان کے نزدیک سیدھا بہشت میں جائے گا۔ کیونکہ آریہ لوگ بُت پرستی سے دستکش ہیں۔ مگر ہر ایک عقلمند سمجھ سکتا ہے کہ ایسے عقیدہ کی رو سے **انبیاء** علیہم السلام کا مبعوث ہونا محض بیہودہ اور لغو کام ٹھہرے گا۔ کیونکہ جب ایک شخص انبیاء علیہم السلام کا مکذّب اور دشمن ہو کر بھی خدا کو ایک جاننے سے نجات پا سکتا ہے تو پھر اس صورت میں گویا انبیاء صرف عبث طور پر دُنیا میں بھیجے گئے* ورنہ اُن کے بغیر بھی کام چل سکتا تھا۔ ص۱۱۱

* اگر یہ بات سچ ہے کہ وہ لوگ جو انبیاء علیہم السلام کی تکذیب کرنیوالے اور اُن کے دشمن ہیں محض اپنی خیالی توحید سے نجات پا جائیں گے تو بجائے اسکے کہ ان کفار کو قیامت میں کوئی عذاب ہو انبیاء خود ایک قسم کے عذاب میں مبتلا ہو جائینگے

اور اُن کے وجود کی کوئی بڑی بھاری ضرورت نہ تھی۔ اور اگر یہ سچ تھا کہ صرف خدا کو واحد لاشریک کہنا ہی کافی ہے تو گویا یہ بھی ایک شرک کی قسم ہے کہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کے ساتھ مُحَمَّد رَّسُوْلُ اللّٰہِ لازمی طور پر ملایا گیا اور درحقیقت اس خیال کے لوگ محمد رسول اللہ کہنا شرک ہی سمجھتے ہیں اور خدا تعالیٰ کی کامل توحید اسی میں تصوّر کرتے ہیں کہ اس کے ساتھ کسی کا نام نہ ملایا جائے اور انکے نزدیک دین اسلام سے خارج ہونا نجات سے مانع نہیں۔ اور اگر مثلاً ایک ہی دن میں سب کے سب مسلمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت سے انکار کرکے گمراہ فلسفیوں کی طرح مجرّد توحید کو کافی سمجھیں اور اپنے تئیں قرآن اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی سے مستغنی خیال کرلیں اور مکذّب ہو جائیں تو اُنکے نزدیک یہ سب لوگ باوجود مُرتد ہونے کے نجات پاجائیں گے اور بلاشبہ بہشت میں داخل ہونگے۔

مگر یہ بات کسی ادنیٰ عقل والے پر بھی پوشیدہ نہیں کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے زمانہ سے ہمارے اس زمانہ تک تمام اسلامی فرقوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اسلام کی حقیقت یہی ہے کہ جیسا کہ ایک شخص خدا تعالیٰ کو واحد لاشریک سمجھتا ہے اور اس کی ہستی اور وجود اور وحدانیت پر ایمان لاتا ہے ایسا ہی اُس کے لئے ضروری ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر ایمان لاوے۔ اور جو کچھ قرآن شریف میں مذکور و مسطور ہے سب پر ایمان رکھے۔ یہی وہ امر ہے جو ابتداء سے مسلمانوں کے ذہن نشین کر دیا گیا ہے اور اسی پر محکم عقیدہ رکھنے کی وجہ سے صحابہ رضی اللہ عنہم نے اپنی جانیں دیں۔ اور کئی صادق مسلمان جو کفّار کے ہاتھ میں عہد نبوی میں گرفتار ہو گئے تھے اُنکو بار بار فہمائش کیگئی تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے منکر ہو جاؤ تو تم ہمارے ہاتھ سے رہائی پاؤ گے۔ لیکن انہوں نے انکار نہ کیا اور اسی راہ میں جان دی۔ یہ باتیں اسلام کے واقعات میں ایسی مشہور ہیں کہ جو شخص ایک ادنیٰ

بقیہ حاشیہ: جبکہ وہ اپنے سخت دشمنوں اور مکذبوں اور اہانت کرنیوالوں کو بہشت کے تختوں پر بیٹھے دیکھیں گے اور اپنی طرح ہر ایک قسم کی ناز و نعمت میں اُنکو پائیں گے اور ممکن ہے کہ اسوقت بھی وہ لوگ ٹھٹھا کر کے نبیوں کو کہیں کہ تمہاری تکذیب اور توہین نے ہمارا کیا بگاڑا۔ تب بہشت میں رہنا نبیوں پر تلخ ہو جائے گا۔ منہ

واقفیت بھی اسلامی تاریخ سے رکھتا ہوگا اُس کو ہمارے اِس بیان سے انکار نہیں ہوگا

اور پھر یہ بھی یاد رہے کہ اگرچہ اسلامی لڑائیاں مدافعت کے طور پر تھیں یعنی ابتداء انکی کفار کی ص۱۱۱
طرف سے تھی اور کفارِ عرب اپنے حملوں سے باز نہیں آتے تھے اِس خوف سے کہ مبادا دینِ اسلام جزیرہ عرب میں پھیل جائے اور اسی بناء پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اُن کے ساتھ لڑنے کا حکم ہوا تھا۔ تا مظلوموں کو اُن فرعونوں کے ہاتھ سے رہائی بخشیں۔ مگر اس میں بھی کچھ شبہ نہیں کہ پھر بھی اگر کفار کو یہ پیغام دیا جاتا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی **نبوت** کا ماننا کچھ ضروری نہیں اور آنجناب پر ایمان لانا کچھ شرط نجات نہیں صرف اپنے طور پر خدا کو واحد لاشریک سمجھو گو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مکذّب اور مخالف اور دشمن رہو اور اِس بات کی ضرورت نہیں کہ انکو اپنا سردار اور پیشوا سمجھ لو۔ تو اس سے اِس قدر خونریزی کی نوبت نہ آتی۔ بالخصوص یہودی جو خدا کو واحد لاشریک سمجھتے تھے **کیا وجہ** کہ اُن سے لڑائیاں کی گئیں یہانتک کہ بعض موقعوں میں کئی ہزار یہودی گرفتار کرکے ایک ہی دن میں قتل کئے گئے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ اگر صرف توحید نجات کے لئے کافی تھی تو یہودیوں سے خواہ نخواہ لڑائیاں کرنا اور اُن میں سے ہزاروں کو قتل کرنا یہ فعل سراسر ناجائز اور حرام تھا۔ پھر خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس فعل کے کیوں مرتکب ہوئے۔ کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن کا علم نہ تھا؟

اور اگر خدا تعالیٰ کی تمام کتابوں کو غور سے دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ **تمام نبی** یہی سکھلاتے آئے ہیں کہ خدا تعالیٰ کو واحد لاشریک مانو اور ساتھ اس کے ہماری رسالت پر بھی ایمان لاؤ۔ اسی وجہ سے اسلامی تعلیم کا ان دو فقروں میں **خلاصہ** تمام اُمت کو سکھلایا گیا کہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ۔

یہ بھی یاد رہے کہ خدا کے **وجود** کا پتہ دینے والے اور اُس کے واحد لاشریک ہونے کا علم لوگوں کو سکھلانے والے صرف انبیاء علیہم السلام ہیں۔ اور اگر یہ مقدس لوگ دُنیا میں نہ آتے تو صراطِ مستقیم کا یقینی طور پر پانا ایک ممتنع اور **محال امر تھا**۔ اگرچہ زمین و آسمان پر غور کرکے

اور انکی ترتیب ابلغ اور محکم پر نظر ڈال کر ایک صحیح الفطرت اور سلیم العقل انسان دریافت کر سکتا ہے کہ صفحہ ۱۱۲
اِس کارخانۂ پُر حکمت کا بنانے والا کوئی ضرور ہونا چاہیئے لیکن اِس فقرہ میں کہ ضرور ہونا چاہیئے۔ اور
اِس فقرہ میں کہ واقعی وُہ موجود ہے **بہت فرق** ہے۔ واقعی وجود پر اطلاع دینے والے
صرف **انبیاء** علیہم السّلام ہیں جنہوں نے ہزار ہا نشانوں اور معجزات سے دنیا پر ثابت کر دکھایا کہ
وُہ ذات جو مخفی در مخفی اور تمام طاقتوں کی جامع ہے درحقیقت موجود ہے۔ اور سچ تو یہ ہے کہ اس قدر
عقل بھی کہ نظامِ عالم کو دیکھ کر صانع حقیقی کی ضرورت محسوس ہو۔ یہ مرتبہ عقل بھی نبوت کی
شعاعوں سے ہی مستفیض ہے۔ اگر انبیاء علیہم السّلام کا وجود نہ ہوتا تو اِس قدر عقل بھی کسی کو حاصل
نہ ہوتی۔ اِس کی مثال یہ ہے کہ اگرچہ زمین کے نیچے پانی بھی ہے مگر اس پانی کا بقاء اور وجود آسمانی پانی
سے وابستہ ہے۔ جب کبھی ایسا اتفاق ہوتا ہے کہ آسمان سے پانی نہیں برستا تو زمینی پانی بھی خشک
ہو جاتے ہیں۔ اور جب آسمان سے پانی برستا ہے تو زمین میں بھی پانی جوش مارتا ہے۔ اِسی طرح انبیاء
علیہم السلام کے آنے سے عقلیں تیز ہو جاتی ہیں اور عقل جو زمینی پانی ہے اپنی حالت میں ترقی کرتی ہے۔
اور پھر جب ایک مُدّت دراز اِس بات پر گذرتی ہے کہ کوئی نبی مبعوث نہیں ہوتا تو عقلوں کا زمینی
پانی گندہ اور کم ہونا شروع ہو جاتا ہے اور دُنیا میں بُت پرستی اور شرک اور ہر ایک قسم کی بدی پھیل
جاتی ہے۔ پس جس طرح آنکھ میں ایک روشنی ہے اور وہ باوجود اس روشنی کے پھر بھی آفتاب کی محتاج ہے
اِسی طرح دُنیا کی عقلیں جو آنکھ سے مشابہ ہیں ہمیشہ آفتابِ نبوّت کی محتاج رہتی ہیں اور جبھی کہ وُہ
آفتاب پوشیدہ ہو جائے اُن میں فی الفور کدورت اور تاریکی پیدا ہو جاتی ہے۔ کیا تم صرف آنکھ سے
کچھ دیکھ سکتے ہو؟ ہرگز نہیں۔ اِسی طرح تم بغیر نبوت کی روشنی کے بھی کچھ نہیں دیکھ سکتے۔

پس چونکہ قدیم سے اور جب سے کہ دُنیا پیدا ہوئی ہے **خدا کا شناخت** کرنا نبی کے
شناخت کرنے سے وابستہ ہے اِس لئے یہ خود غیر ممکن اور محال ہے کہ بجُز ذریعہ نبی کے توحید مل سکے۔
نبی خدا کی صورت دیکھنے کا آئینہ ہوتا ہے اسی طرح آئینہ کے ذریعہ سے خدا کا چہرہ نظر آتا ہے۔
جب خدا تعالیٰ اپنے تئیں دُنیا پر ظاہر کرنا چاہتا ہے تو نبی کو جو اس کی قدرتوں کا مظہر ہے دُنیا میں

بھیجتا ہے اور اپنی وحی اس پر نازل کرتا ہے اور اپنی ربوبیت کی طاقتیں اسکے ذریعہ دکھلاتا ہے۔ ۱۱۳
تب دُنیا کو پتہ لگتا ہے کہ خدا موجود ہے۔ پس جن لوگوں کا وجود ضروری طور پر خدا کے قدیم قانونِ ازلی
کے رُو سے خداشناسی کے لئے ذریعہ مقرر ہو چکا ہے اُن پر ایمان لانا توحید کی ایک جزو ہے اور
بجز اس ایمان کے توحید کامل نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ ممکن نہیں کہ بغیر اُن آسمانی نشانوں اور
قدرت نما عجائبات کے جو نبی دکھلاتے ہیں اور معرفت تک پہنچاتے ہیں وُہ خالص توحید جو
چشمۂ یقینِ کامل سے پیدا ہوتی ہے میسر آسکے۔ وُہی ایک قوم ہے جو خدا نما ہے جن کے ذریعہ سے
وُہ خدا جس کا وجود دقیق در دقیق اور مخفی در مخفی اور غیب الغیب ہے ظاہر ہوتا ہے اور ہمیشہ سے
وُہ کنزِ مخفی جس کا نام خدا ہے نبیوں کے ذریعہ سے ہی شناخت کیا گیا ہے۔ ورنہ وُہ توحید جو
خدا کے نزدیک توحید کہلاتی ہے جس پر عملی رنگ کامل طور پر چڑھا ہوا ہوتا ہے اُس کا حاصل ہونا
بغیر ذریعہ نبی کے جیسا کہ خلافِ عقل ہے ویسا ہی خلافِ تجارب سالکین ہے۔

بعض نادانوں کو جو یہ وہم گذرتا ہے کہ گویا نجات کے لئے صرف توحید کافی ہے نبی پر ایمان
لانے کی ضرورت نہیں۔ گویا وُہ رُوح کو جسم سے علیحدہ کرنا چاہتے ہیں۔ یہ وہم سراسر دلی کوری پر
مبنی ہے۔ صاف ظاہر ہے کہ جبکہ توحید حقیقی کا وجود ہی نبی کے ذریعہ سے ہوتا ہے اور بغیر اسکے
ممتنع اور محال ہے تو وُہ بغیر نبی پر ایمان لانے کے میسر کیونکر آسکتی ہے۔ اور اگر نبی کو جو جڑھ توحید کی ہے
ایمان لانے میں علیحدہ کر دیا جائے تو توحید کیونکر قائم رہیگی۔ توحید کا موجب اور توحید کا پیدا کرنیوالا
اور توحید کا باپ اور توحید کا سرچشمہ اور توحید کا مظہر اتم صرف نبی ہی ہوتا ہے اُسی کے ذریعہ سے
خدا کا مخفی چہرہ نظر آتا ہے اور پتہ لگتا ہے کہ **خدا ہے**۔ بات یہ ہے کہ ایک طرف تو حضرتِ
احدیّت جلّشانہٗ کی ذات نہایت درجہ استغناء اور بے نیازی میں پڑی ہے اُس کو کسی کی
ہدایت اور ضلالت کی پروا نہیں۔ اور دُوسری طرف وُہ بالطبع یہ بھی تقاضا فرماتا ہے کہ وُہ شناخت
کیا جائے اور اُسکی رحمتِ ازلی سے لوگ فائدہ اُٹھاویں۔ پس وُہ ایسے دل پر جو اہلِ زمین کے ۱۱۴
تمام دلوں میں سے محبّت اور قربِ اوسبحانہٗ کا حاصل کرنے کیلئے کمال درجہ پر فطرتی طاقت

اپنے اندر رکھتا ہے۔ اور نیز کمال درجہ کی ہمدردی بنی نوع کی اسکی فطرت میں ہی تجلی فرماتا ہے اور اُسپر اپنی ہستی اور صفاتِ ازلیہ ابدیہ کے انوار ظاہر کرتا ہے اور اس طرح وُہ خاص اور اعلیٰ فطرت کا آدمی جس کو دوسرے لفظوں میں **نبی** کہتے ہیں اسکی طرف کھینچا جاتا ہے۔ پھر وُہ نبی بوجہ اسکے کہ ہمدردی بنی نوع کا اسکے دِل میں کمال درجہ پر جوش ہوتا ہے اپنی رُوحانی توجہات اور تضرّع اور انکسار سے یہ چاہتا ہے کہ وہ خدا جو اُسپر ظاہر ہوا ہے۔ دُوسرے لوگ بھی اُسکو شناخت کریں اور نجات پاویں اور وُہ دِلی خواہش سے اپنے وجود کی قربانی خدا تعالیٰ کے سامنے پیش کرتا ہے اور اس تمنّا سے کہ لوگ زندہ ہو جائیں کئی موتیں اپنے لئے قبول کر لیتا ہے اور بڑے مجاہدات میں اپنے تئیں ڈالتا ہے جیسا کہ اس آیت میں اشارہ ہے لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَلَّا يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ[1]※ تب اگرچہ خدا مخلوق سے بے نیاز اور مستغنی ہے مگر اُس کے دائمی غم اور حزن اور کرب وقلق اور تذلّل اور نیستی اور نہایت درجے کے صدق اور صفا پر نظر کر کے مخلوق کے مستعد دِلوں پر اپنے نشانوں کے ساتھ اپنا چہرہ ظاہر کر دیتا ہے اور اُسکی پُر جوش دُعاؤں کی تحریک سے جو آسمان پر ایک صعبناک شور ڈالتی ہیں خدا تعالیٰ کے نشان زمین پر بارش کی طرح برستے ہیں۔ اور عظیم الشان خوارق دُنیا کے لوگوں کو دِکھلائے جاتے ہیں جن سے دُنیا دیکھ لیتی ہے کہ خدا ہے اور خدا کا چہرہ نظر آجاتا ہے۔ لیکن اگر وُہ پاک نبی اِس قدر دُعا اور تضرّع اور ابتہال سے خدا تعالیٰ کیطرف توجہ نہ کرتا اور خدا کے چہرہ کی چمک دنیا پر ظاہر کرنے کیلئے اپنی قربانی نہ دیتا اور ہر ایک قدم میں صدہا موتیں قبول نہ کرتا تو خدا کا چہرہ دُنیا پر ہرگز ظاہر نہ ہوتا۔ کیونکہ خدا تعالیٰ بوجہ استغناء ذاتی کے بے نیاز ہے جیسا کہ وُہ فرماتا ہے اِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ[2] اور وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا[3]۔ یعنی خدا تو تمام دُنیا سے بے نیاز ہے اور جو لوگ ہماری راہ میں مجاہدہ کرتے ہیں اور ہماری طلب میں کوشش کو انتہا تک پہنچا دیتے ہیں اُنھیں کیلئے ہمارا یہ قانون قدرت ہے کہ ہم اُنکو اپنی راہ دِکھلا دیا کرتے ہیں۔ سو خدا کی راہ میں سب سے اوّل قربانی دینے والے نبی ہیں۔ ہر ایک اپنے لئے

※ (ترجمہ) یعنی کیا تو اِس غم میں اپنے تئیں ہلاک کر دے گا کہ یہ کافر لوگ کیوں ایمان نہیں لاتے۔ منہ

[1] الشعراء: ۴ [2] آل عمران: ۹۸ [3] العنکبوت: ۷۰

کوشش کرتا ہے مگر انبیاء علیہم السلام دُوسروں کیلئے کوشش کرتے ہیں۔ لوگ سوتے ہیں اور ۱۱۵
وُہ اُن کیلئے جاگتے ہیں۔ اور لوگ ہنستے ہیں اور وہ اُن کیلئے روتے ہیں اور دُنیا کی رہائی کیلئے ہر ایک مصیبت کو بخوشی اپنے پر وارد کر لیتے ہیں۔ یہ سب اس لئے کرتے ہیں کہ تا خدا تعالیٰ کچھ ایسی تجلّی فرماوے کہ لوگوں پر ثابت ہو جاوے کہ خدا موجود ہے اور مستعد دِلوں پر اُسکی ہستی اور اُسکی توحید منکشف ہو جاوے تا کہ وُہ نجات پائیں۔ پس وُہ جانی دشمنوں کی ہمدردی میں مر رہتے ہیں۔ اور جب انتہا درجہ پر اُنکا درد پہنچتا ہے اور انکی دردناک آہوں سے (جو مخلوق کی رہائی کیلئے ہوتی ہیں) آسمان پُر ہو جاتا ہے۔ تب خدا تعالیٰ اپنے چہرہ کی چمک دِکھلاتا ہے اور زبردست نشانوں کے ساتھ اپنی ہستی اور اپنی توحید لوگوں پر ظاہر کرتا ہے۔ پس اِس میں شک نہیں کہ توحید اور خدا دانی کی متاع رسول کے دامن سے ہی دُنیا کو ملتی ہے بغیر اسکے ہرگز نہیں مل سکتی اور اس امر میں سب سے اعلیٰ نمونہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دِکھلایا۔ کہ ایک قوم جو نجاست پر بیٹھی ہوئی تھی اُنکو نجاست سے اُٹھا کر گلزار میں پہنچا دیا۔ اور وُہ جو رُوحانی بھوک اور پیاس سے مرنے لگے تھے اُنکے آگے رُوحانی اعلیٰ درجہ کی غذائیں اور شیریں شربت رکھ دیئے۔ اُن کو وحشیانہ حالت سے انسان بنایا۔ پھر معمولی انسان سے مہذّب انسان بنایا پھر مہذّب انسان سے کامل انسان بنایا اور اس قدر اُن کے لئے نشان ظاہر کئے کہ اُنکو خدا دکھلا دیا اور اُن میں ایسی تبدیلی پیدا کر دی کہ اُنہوں نے فرشتوں سے ہاتھ جا ملائے۔ یہ تاثیر کسی اور نبی سے اپنی اُمّت کی نسبت ظہور میں نہ آئی کیونکہ اُن کے صحبت یاب ناقص رہے پس مَیں ہمیشہ تعجّب کی نگہ سے دیکھتا ہوں کہ یہ عربی نبی جس کا نام **محمد** ﷺ ہے (ہزار ہزار دُرود اور سلام اُس پر) یہ کس **عالی مرتبہ کا نبی** ہے۔ اسکے عالی مقام کا انتہا معلوم نہیں ہو سکتا اور اس کی تاثیر قدسی کا اندازہ کرنا انسان کا کام نہیں*۔ افسوس کہ جیسا حق شناخت کا ہے اُسکے

---

*حاشیہ۔ یہ عجیب بات ہے کہ دنیا ختم ہونے کو ہے مگر اس کامل نبی کے فیضان کی شعاعیں اب تک ختم نہیں ہوئیں اگر خدا کا کلام قرآن شریف مانع نہ ہوتا تو فقط یہی نبی تھا جسکی نسبت ہم کہہ سکتے تھے کہ وُہ ابتک مع جسم عنصری

مرتبہ کو شناخت نہیں کیا گیا۔ **وہ توحید** جو دُنیا سے گم ہو چکی تھی وُہی ایک پہلوان ہے جو دوبارہ اسکو دُنیا میں لایا۔ اُس نے خدا سے انتہائی درجہ پر محبت کی اور انتہائی درجہ پر بنی نوع کی ہمدردی میں اسکی جان گداز ہوئی اس لئے خدا نے جو اُس کے دل کے راز کا واقف تھا اُس کو **تمام انبیاء** اور تمام **اوّلین و آخرین** پر فضیلت بخشی اور اُسکی مُرادیں اُسکی زندگی میں اُسکو دیں۔ وُہی ہے جو سرچشمہ ہر ایک فیض کا ہے اور وہ شخص جو بغیر اقرار افاضہ اُسکے کسی فضیلت کا دعویٰ کرتا ہے۔ وہ انسان نہیں ہے بلکہ **ذُرّیتِ شیطان** ہے کیونکہ ہر ایک فضیلت کی کُنجی اُسکو دی گئی ہے اور ہر ایک معرفت کا خزانہ اُسکو عطا کیا گیا ہے۔ جو اُسکے ذریعہ سے نہیں پاتا وہ محروم ازلی ہے۔ ہم کیا چیز ہیں اور ہماری حقیقت کیا ہے۔ ہم کافر نعمت ہونگے اگر اس بات کا اقرار نہ کریں کہ توحید حقیقی ہم نے اسی نبی کے ذریعہ سے پائی اور زندہ خدا کی شناخت ہمیں اسی کامل نبی کے ذریعہ سے اور اسکے نُور سے ملی ہے اور خدا کے مکالمات اور مخاطبات کا شرف بھی جس سے ہم اُس کا چہرہ دیکھتے ہیں **اسی بزرگ نبی** کے ذریعہ سے ہمیں میسر آیا ہے اس آفتاب ہدایت کی شعاع دُھوپ کی طرح ہم پر پڑتی ہے اور اُسی وقت تک ہم مُنوّر رہ سکتے ہیں جبتک کہ ہم اُس کے مقابل پر کھڑے ہیں۔ ص۱۱۶

وُہ لوگ جو اس خیال پر جمے ہوئے ہیں کہ جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہ لاوے یا مُرتد ہو جائے اور توحید پر قائم ہو اور خدا کو واحد لاشریک جانتا ہو وُہ بھی نجات پا جائیگا اور ایمان نہ لانے یا مُرتد ہونے سے اس کا کچھ بھی حرج نہ ہوگا جیسا کہ عبد الحکیم خان کا مذہب ہے ایسے لوگ درحقیقت توحید کی حقیقت سے ہی بیخبر ہیں۔ ہم بارہا لکھ چکے ہیں کہ یُوں تو شیطان بھی خدا تعالیٰ کو واحد لاشریک سمجھتا ہے

بقیہ حاشیہ زندہ آسمان پر موجود ہے کیونکہ ہم اُسکی زندگی کے صریح آثار پاتے ہیں۔ اس کا دین زندہ ہے اسکی پیروی کرنیوالا زندہ ہو جاتا ہے اور اس کے ذریعہ سے زندہ خدا مل جاتا ہے۔ ہم نے دیکھ لیا ہے کہ خدا اس سے اور اس کے دین سے اور اس کے محب سے محبّت کرتا ہے۔ اور یاد رہے کہ درحقیقت وہ زندہ ہے اور آسمان پر سب سے اس کا مقام برتر ہے لیکن یہ جسم عنصری جو فانی ہے یہ نہیں ہے بلکہ ایک اور نورانی جسم کے ساتھ جو لازوال ہے اپنے خدائے مقتدر کے پاس آسمان پر ہے۔ منہ

مگر صرف واحد سمجھنے سے نجات نہیں ہو سکتی بلکہ نجات تو دو امر پر موقوف ہے۔
(۱) ایک یہ کہ یقین کامل کے ساتھ خدا تعالیٰ کی ہستی اور وحدانیت پر ایمان لاوے۔
(۲) دوسرے یہ کہ ایسی کامل محبت حضرت احدیت جلّشانہٗ کی اُسکے دل میں جاگزین ہو۔ کہ جسکے استیلا اور غلبہ کا یہ نتیجہ ہو کہ خدا تعالیٰ کی اطاعت عین اُسکی راحت جان ہو جس کے بغیر وہ جی ہی نہ سکے اور اُس کی محبت تمام اغیار کی محبتوں کو پامال اور معدوم کر دے یہی توحید حقیقی ہے۔ کہ بجز متابعت ہمارے سیّد و مولیٰ حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے حاصل ہی نہیں ہو سکتی۔ کیوں حاصل نہیں ہو سکتی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ خدا کی ذات غیب الغیب اور وراء الوراء اور نہایت مخفی واقع ہوئی ہے جس کو عقول انسانیہ محض اپنی طاقت سے دریافت نہیں کر سکتیں اور کوئی برہان عقلی اس کے وجود پر قطعی دلیل نہیں ہو سکتی کیونکہ عقل کی دَوڑ اور سعی صرف اس حد تک ہے کہ اس عالم کی صنعتوں پر نظر کر کے صانع کی ضرورت محسوس کرے مگر ضرورت کا محسوس کرنا اَور شئے ہے اور اس درجہ عین الیقین تک پہنچنا کہ جس خدا کی ضرورت تسلیم کی گئی ہے وہ درحقیقت موجود بھی ہے یہ اور بات ہے۔ اور چونکہ عقل کا طریق ناقص اور ناتمام اور مشتبہ ہے اسلئے ہر ایک فلسفی محض عقل کے ذریعہ سے خدا کو شناخت نہیں کر سکتا بلکہ اکثر ایسے لوگ جو محض عقل کے ذریعہ سے خدا تعالیٰ کا پتہ لگانا چاہتے ہیں آخرکار دہریہ بن جاتے ہیں۔ اور مصنوعات زمین و آسمان پر غور کرنا کچھ بھی اُن کو فائدہ نہیں پہنچا سکتا۔ اور خدا تعالیٰ کے کاملوں پر ٹھٹھا اور ہنسی کرتے ہیں اور اُنکی یہ حجت ہے کہ دُنیا میں ہزارہا ایسی چیزیں پائی جاتی ہیں جن کے وجود کا ہم کوئی فائدہ نہیں دیکھتے اور جن میں ہماری عقلی تحقیق سے کوئی ایسی صنعت ثابت نہیں ہوتی جو صانع پر دلالت کرے بلکہ محض لغو اور باطل طور پر اُن چیزوں کا وجود پایا جاتا ہے۔ افسوس وہ نادان نہیں جانتے کہ عدمِ علم سے عدمِ شئ لازم نہیں آتا۔ اِس قسم کے لوگ کئی لاکھ اِس زمانہ میں پائے جاتے ہیں جو اپنے تئیں اوّل درجہ کے عقلمند اور فلسفی سمجھتے ہیں اور خدا تعالیٰ کے وجود سے سخت منکر ہیں۔ اب ظاہر ہے کہ اگر کوئی عقلی دلیل زبردست اُنکو ملتی تو وہ خدا تعالیٰ کے وجود کا انکار نہ کرتے۔ اور اگر وجود باری جلّشانہٗ

پر کوئی بُرہان یقینی عقلی اُنکو ملزم کرتی تو وہ سخت بے حیائی اور ٹھٹھے اور ہنسی کے ساتھ خدا تعالیٰ کے وُجود سے منکر نہ ہو جاتے۔ پس کوئی شخص فلسفیوں کی کشتی پر بیٹھ کر طوفانِ شبہات سے نجات نہیں پا سکتا بلکہ ضرور غرق ہوگا اور ہرگز ہرگز شربت توحیدِ خالص اُس کو میسّر نہیں آئیگا۔ اب سوچو کہ یہ خیال کس قدر باطل اور بدبودار ہی کہ بغیر وسیلہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے توحید میسّر آسکتی ہی اور اِس سے انسان نجات پا سکتا ہے۔ ص۱۱۸ اے نادانو! جبتک خدا کی ہستی پر یقین کامل نہ ہو اُسکی توحید پر کیونکر یقین ہو سکے۔ پس یقیناً سمجھو کہ توحید یقینی محض نبی کے ذریعہ سے ہی مل سکتی ہی جیسا کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عرب کے دہریوں اور بدمذہبوں کو ہزارہا آسمانی نشان دکھلا کر خدا تعالیٰ کے وجود کا قائل کر دیا اور اب تک آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی سچی اور کامل پیروی کرنیوالے اُن نشانوں کو دہریوں کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ بات یہی سچ ہی کہ جبتک زندہ خدا کی زندہ طاقتیں انسان مشاہدہ نہیں کرتا شیطان اُسکے دل میں سے نہیں نکلتا اور نہ سچی توحید اُسکے دل میں داخل ہوتی ہی اور نہ یقینی طور پر خدا کی ہستی کا قائل ہو سکتا ہے اور یہ پاک اور کامل توحید صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے ملتی ہے۔

اور وہ زبردست نشان جو نبی کے ذریعہ سے ظاہر ہوتے ہیں جیسا کہ وہ خدا تعالیٰ کی ہستی اور وحدانیت کو ثابت کرتے ہیں اسی طرح خدا تعالیٰ کی صفات جمالی اور جلالی کو اکمل اور اتم طور پر ثابت کر کے اُسکی عظمت اور محبت دِلوں میں بٹھلاتے ہیں اور جب ان نشانوں سے جن کی جڑ زبردست اور اقتداری پیشگوئیاں ہیں خدا تعالیٰ کی ہستی اور وحدانیت اور اسکے صفات جمالیہ اور جلالیہ پر یقین آجاتا ہی تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہی کہ انسان خدا تعالیٰ کو اُسکی ذات اور جمیع صفات میں واحد لاشریک جانتا ہی اور اُسکی خوبیوں اور رُوحانی حسن و جمال پر نظر ڈال کر اُسکی محبت میں کھویا جاتا ہے اور پھر اُسکی عظمت اور جلال اور بے نیازی پر نظر ڈال کر اُس سے ڈرتا رہتا ہی اور اس طرح پر وُہ دن بدن خدا تعالیٰ کی طرف کھنچا جاتا ہے یہانتک کہ تمام سفلی تعلقات توڑ کر رُوح محض رہ جاتا ہی اور تمام صحنِ سینہ اُس کا محبتِ الٰہی سے بھر جاتا ہی اور خدا کے وجود کے مشاہدہ سے اُسکے وجود پر ایک موت وارد ہو جاتی ہی اور وُہ موت کے بعد ایک نئی زندگی پاتا ہے۔ تب

اُس فنا کی حالت میں کہا جاتا ہے کہ اسکو توحید حاصل ہو گئی ہے۔ پس جیسا کہ ہم لکھ چکے ہیں۔ وہ کامل توحید جو سرچشمۂ نجات ہے بجز نبی کامل کی پیروی کے حاصل ہو ہی نہیں سکتی۔

اب اِس تقریر سے ظاہر ہے کہ خدا کے رسول کو ماننا توحید کے ماننے کیلئے علّتِ موجبہ کی طرح ص۱۱۹
ہے اور انکے باہمی ایسے تعلقات ہیں کہ ایک دوسرے سے جُدا ہو ہی نہیں سکتے۔ اور جو شخص بغیر پیروی رسول کے توحید کا دعویٰ کرتا ہے اسکے پاس صرف ایک خشک ہڈی ہے جس میں مغز نہیں اور اُسکے ہاتھ میں محض ایک مُردہ چراغ ہے جس میں روشنی نہیں ہے اور ایسا شخص کہ جو یہ خیال کرتا ہے کہ اگر کوئی شخص خدا کو واحد لاشریک جانتا ہو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ مانتا ہو وہ نجات پائیگا یقیناً سمجھو کہ اُس کا دل **مجذوم** ہے اور وہ اندھا ہے اور اُسکو توحید کی کچھ بھی خبر نہیں کہ کیا چیز ہے اور ایسی توحید کے اقرار میں شیطان اُس سے بہتر ہے کیونکہ اگرچہ شیطان عاصی اور نافرمان ہے لیکن وہ اِس بات پر تو یقین رکھتا ہے کہ خدا موجود ہے* مگر اس شخص کو خدا پر بھی یقین نہیں۔

اب خلاصہ کلام یہ کہ جو لوگ ایسا عقیدہ رکھتے ہیں کہ بغیر اسکے کہ کوئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے صرف توحید کے اقرار سے اسکی نجات ہو جائیگی۔ ایسے لوگ پوشیدہ مُرتد ہیں اور درحقیقت وہ اسلام کے دشمن ہیں اور اپنے لئے ارتداد کی ایک راہ نکالتے ہیں انکی حمایت کرنا کسی دیندار کا کام نہیں ہے۔ افسوس کہ ہمارے مخالف باوجود مولوی اور اہلِ علم کہلانے کے ان لوگوں کی ایسی حرکات سے خوش ہوتے ہیں۔ دراصل یہ بیچارے ہمیشہ اسی تلاش میں رہتے ہیں کہ کوئی سبب ایسا پیدا ہو جائے کہ جس سے میری ذلّت اور اہانت ہو۔ مگر اپنی بدقسمتی سے آخر نامُراد ہی رہتے ہیں۔ پہلے ان لوگوں نے میرے پر کفر کا فتویٰ تیار کیا اور قریباً دو سَو مولوی نے اسپر

*حاشیہ۔ اگر کوئی کہے کہ جس حالت میں شیطان کو خدا تعالیٰ کی ہستی اور وحدانیت پر یقین ہے تو پھر وہ خدا تعالیٰ کی نافرمانی کیوں کرتا ہے۔ اِس کا جواب یہ ہے کہ اسکی نافرمانی انسان کی نافرمانی کی طرح نہیں ہے بلکہ وہ اسی عادت پر انسان کی آزمائش کیلئے پیدا کیا گیا ہے اور یہ ایک راز ہے جسکی تفصیل انسان کو نہیں دیگئی اور انسان کی خاصیت اکثر اور اغلب طور پر یہی ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کی نسبت علم کامل حاصل کرنے سے ہدایت پالیتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمٰٓؤُا[1] جو لوگ شیطانی سرشت رکھتے ہیں وہ اس قاعدہ سے باہر ہیں۔ منہ

[1] فاطر: ۲۹

مُہریں لگائیں اور ہمیں کافر ٹھہرایا گیا۔ اور اُن فتووں میں یہاں تک تشدّد کیا گیا کہ بعض علماء نے صفحہ ۱۲۰
یہ بھی لکھا ہے کہ یہ لوگ کفر میں یہود اور نصاریٰ سے بھی بدتر ہیں اور عام طور پر یہ بھی فتوے دئے کہ ان لوگوں کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن نہیں کرنا چاہیئے۔ اور ان لوگوں کے ساتھ سلام اور مصافحہ نہیں کرنا چاہیئے۔ اور اُن کے پیچھے نماز درست نہیں کافر جو ہوئے۔ بلکہ چاہیئے کہ یہ لوگ مساجد میں داخل نہ ہونے پاویں کیونکہ کافر ہیں مسجدیں ان سے پلید ہو جاتی ہیں۔ اور اگر داخل ہو جائیں تو مسجد کو دھو ڈالنا چاہیئے۔ اور ان کا مال چرانا درست ہے اور یہ لوگ واجب القتل ہیں کیونکہ مہدی خُونی کے آنے سے انکاری اور جہاد سے منکر ہیں مگر باوجود ان فتووں کے ہمارا کیا بگاڑا۔ جن دِنوں میں یہ فتویٰ ملک میں شائع کیا گیا اُن دِنوں میں دس آدمی بھی میری بیعت میں نہ تھے مگر آج خدا تعالیٰ کے فضل سے تین لاکھ سے بھی زیادہ ہیں اور حق کے طالب بڑے زور سے اِس جماعت میں داخل ہو رہے ہیں۔ کیا مومنوں کے مقابل پر کافروں کی مدد خدا ایسی ہی کیا کرتا ہے۔ پھر اس جھوٹ کو تو دیکھو کہ ہمارے ذمّہ یہ الزام لگاتے ہیں کہ گویا ہم نے بیس کروڑ مسلمان اور کلمہ گو کو کافر ٹھہرایا۔ حالانکہ ہماری طرف سے کوئی سبقت نہیں ہُوئی۔ خود ہی ان کے علماء نے ہم پر کفر کے فتوے لکھے اور تمام پنجاب اور ہندوستان میں شور ڈالا کہ یہ لوگ کافر ہیں اور نادان لوگ ان فتووں سے ایسے ہم سے متنفّر ہو گئے کہ ہم سے سیدھے مُنہ سے کوئی نرم بات کرنا بھی اُن کے نزدیک گناہ ہو گیا۔ کیا کوئی مولوی یا کوئی اور مخالف یا کوئی سجادہ نشین یہ ثبوت دے سکتا ہے کہ پہلے ہم نے ان لوگوں کو کافر ٹھہرایا تھا۔ اگر کوئی ایسا کاغذ یا اشتہار یا رسالہ ہماری طرف سے ان لوگوں کے فتوائے کفر سے پہلے شائع ہُوا ہے جس میں ہم نے مخالف مسلمانوں کو کافر ٹھہرایا ہو تو وہ پیش کریں ورنہ خود سوچ لیں کہ یہ کس قدر خیانت ہے کہ کافر تو ٹھہراویں آپ اور پھر ہم پر یہ الزام لگاویں کہ گویا ہم نے تمام مسلمانوں کو کافر ٹھہرایا ہے۔ اس قدر خیانت اور جھوٹ اور خلاف واقعہ تہمت کسقدر دِل آزار ہے۔ ہر ایک عقلمند سوچ سکتا ہے اور پھر جبکہ ہمیں اپنے فتووں کے ذریعہ سے کافر ٹھہرا چکے اور آپ ہی اس بات کے قائل بھی ہو گئے۔

۱۲۱ کہ جو شخص مسلمان کو کافر کہے تو کفر اُلٹ کر اُسی پر پڑتا ہے تو اس صُورت میں کیا ہمارا حق نہ تھا کہ بموجب اُنھیں کے اقرار کے ہم اُن کو کافر کہتے۔

غرض ان لوگوں نے چند روز تک اِس جھُوٹی خوشی سے اپنا دل خوش کر لیا کہ یہ لوگ کافر ہیں۔ اور پھر جب وہ خوشی باسی ہو گئی اور خدا نے ہماری جماعت کو تمام ملک میں پھیلا دیا۔ تو پھر کسی اور منصوبہ کی تلاش میں لگے۔

تب انہی دنوں میں میری پیشگوئی کے مطابق پنڈت لیکھرام آریہ سماجی کو میعاد کے اندر کسی نے ہلاک کر دیا مگر افسوس کہ کسی مولوی کو یہ خیال نہ آیا کہ پیشگوئی پُوری ہوئی اور اسلامی نشان ظاہر ہُوا۔ بلکہ بعض نے ان میں سے بار بار گورنمنٹ کو توجہ دلائی کہ کیوں گورنمنٹ پیشگوئی کرنے والے کو نہیں پکڑتی مگر اس آرزو میں بھی خائب و خاسر رہے۔ اور پھر کچھ دنوں کے بعد ڈاکٹر پادری مارٹن کلارک نے ایک خون کا مقدمہ میرے پر دائر کیا۔ پھر کیا کہنا تھا۔ اِس قدر خوشی ان لوگوں کو ہُوئی کہ گویا پھُولے اپنے جامہ میں نہ سماتے تھے۔ اور بعض مسجدوں میں سجدے کر کے میرے لئے اِس مقدمہ میں پھانسی وغیرہ کی سزا مانگتے تھے اور اس آرزو میں اُنہوں نے اِس قدر سجدے رو رو کے کئے تھے کہ اُن کی ناکیں بھی گھس گئیں۔ مگر آخر خدا تعالیٰ کے وعدہ کے موافق جو پہلے شائع کیا گیا تھا بڑی عزت سے مَیں بری کیا گیا اور اجازت دی گئی کہ اگر چاہو تو ان عیسائیوں پر نالش کرو۔ مختصر یہ کہ اِس آرزو میں بھی ہمارے مخالف مولوی اور اُنکے زیر اثر نامُراد ہی رہے۔

پھر کچھ دِنوں کے بعد کرم دین نام ایک مولوی نے فوجداری مقدمہ گورداسپور میں میرے نام دائر کیا اور میرے مخالف مولویوں نے اُس کی تائید میں آتمارام اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر کی عدالت میں جاکر گواہیاں دیں اور ناخنوں تک زور لگایا اور اُن کو بڑی اُمید ہوئی کہ اب کی دفعہ ضرور کامیاب ہونگے اور اُن کو جھُوٹی خوشی پہنچانے کے لئے ایسا اتفاق ہُوا کہ آتمارام نے اِس مقدمہ میں اپنی نافہمی کی وجہ سے پُوری غور نہ کی اور مجھ کو سزائے قید دینے کیلئے مستعد ہو گیا۔ اُس وقت خدا نے میرے پر ظاہر کیا کہ وہ آتمارام کو اُسکی اولاد کے ماتم میں مبتلا کریگا چنانچہ یہ کشف مَیں نے اپنی جماعت کو

ص۱۲۲ سُنا دیا۔ اور پھر ایسا ہؤا کہ قریباً بیس ۲۰ پچیس ۲۵ دن کے عرصہ میں دوؔ۲ بیٹے اُس کے مر گئے۔ اور آخر یہ اتفاق ہؤا کہ آتما رام سزائے قید تو مجھ کو نہ دے سکا۔ اگرچہ فیصلہ لکھنے میں اُس نے قید کرنے کی بنیاد بھی باندھی مگر اخیر پر خدا نے اُسکو اس حرکت سے روک دیا۔ لیکن تاہم اُس نے سات سَو ۷۰۰ روپیہ جُرمانہ کیا۔ پھر ڈویژنل جج کی عدالت سے عزت کے ساتھ مَیں بُری کیا گیا اور کرم دین پر سزا قائم رہی۔ اور میرا جرمانہ واپس ہؤا۔ مگر آتما رام کے دو بیٹے واپس نہ آئے۔

پس جس خوشی کے حاصل ہونے کی کرم دین کے مقدمہ میں ہمارے مخالف مولویوں کو تمنّا تھی وہ پُوری نہ ہوسکی اور خدا تعالیٰ کی اس پیشگوئی کے مطابق جو میری کتاب مواہب الرحمٰن میں پہلے سے چھپ کر شائع ہوچکی تھی مَیں بَری کیا گیا اور میرا جُرمانہ واپس کیا گیا اور حاکم مجوّز کو منسوخی حکم کے ساتھ یہ تنبیہ ہوئی کہ یہ حکم اُس نے بے جا دیا۔ مگر کرم دین کو جیسا کہ مَیں مواہب الرحمٰن میں شائع کرچکا تھا سزا مل گئی اور عدالت کی رائے سے اُسکے کذّاب ہونے پر مُہر لگ گئی٭ اور ہمارے تمام مخالف مولوی اپنے مقاصد میں نامراد رہے۔ افسوس کہ میرے مخالفوں کو باوجود اسقدر متواتر نامُرادیوں کے میری نسبت کسی وقت محسوس نہ ہؤا کہ اس شخص کے ساتھ درپردہ ایک ہاتھ ہے جو انکے ہر ایک حملہ سے اسکو بچاتا ہے۔ اگر بد قسمتی نہ ہوتی تو اُن کیلئے یہ ایک معجزہ تھا کہ اُنکے ہر ایک حملہ کے وقت خدا نے مجھکو اُن کے شر سے بچایا۔ اور نہ صرف بچایا بلکہ پہلے اِس سے خبر بھی دیدی کہ وہ بچائیگا۔ اور ہر ایک مرتبہ اور ہر ایک مقدمہ میں خدا تعالیٰ مجھے خبر دیتا رہا کہ مَیں تجھے بچاؤں گا۔ چنانچہ وہ اپنے وعدہ کے موافق مجھے محفوظ رکھتا رہا٭٭ یہ ہیں خدا کے اقتداری نشان کہ ایک طرف تمام دُنیا ہمارے ہلاک کرنے کیلئے جمع ہے اور ایک طرف وہ قادر خدا ہے کہ اُن کے ہر ایک حملہ سے مجھے بچاتا ہے۔

٭ ڈویژنل جج امرتسر نے جو ایک انگریز تھا پُوری تحقیق سے اس مقدمہ میں کام لیا اور جیسا کہ شرط انصاف ہے وہ فیصلہ کیا جو کامل تحقیقات اور عدالت کی رُو سے چاہیئے تھا۔ اور اپنے فیصلہ میں اپنے الفاظ میں لکھا کہ جو الفاظ اپیلانٹ مستغاث علیہ نے کرم دین رسپانڈنٹ مستغیث کے حق میں استعمال کئے تھے جو موجب ازالہ حیثیت عرفی سمجھے گئے یعنی کذّاب اور لئیم کا لفظ اگر اپیلانٹ ان الفاظ سے بڑھ کر کرم دین کے حق میں استعمال کرتا تو بھی کرم دین اُن الفاظ کا مستحق تھا۔ منہ

٭٭ یہ تمام پیشگوئیاں وقتاً فوقتاً شائع ہوتی رہی ہیں۔ ہمارے مخالفوں کو خدا کے سامنے یہ جواب دینا ہوگا کہ وہ کیوں ان سب نشانوں کو بھول گئے۔ منہ

پھر ایک اور خوشی کا موقعہ ہمارے مخالفوں کو پیش آیا کہ جب چراغ دین جموں والا جو میرا مُرید تھا۔ مُرتد ہو گیا اور بعد ارتداد مَیں نے رسالہ دافع البلاء و معیار اہل الاصطفاء میں اُسکی نسبت خدا تعالیٰ سے یہ الہام پا کر شائع کیا کہ وہ غضب الٰہی میں مبتلا ہو کر ہلاک کیا جائیگا تو بعض مولویوں نے محض میری عند
۱۲۳ سے اُسکی رفاقت اختیار کی اور اُس نے ایک کتاب بنائی جس کا نام منارۃ المسیح رکھا اور اس میں مجھے دجّال قرار دیا اور اپنا یہ الہام شائع کیا کہ مَیں رسول ہوں اور خدا کے مرسلوں میں سے ایک مرسل ہوں اور حضرت عیسٰی نے مجھے ایک عصا دیا ہے کہ تا مَیں اس عصا سے اس دجّال کو (یعنی مجھ کو) قتل کروں چنانچہ منارۃ المسیح میں قریب نصف کے یہی بیان ہے کہ یہ شخص دجّال ہے اور میرے ہاتھ سے تباہ ہوگا۔ اور بیان کیا کہ یہی خبر مجھے خدا نے اور عیسٰی نے بھی دی ہے مگر آخر کار جیسا لوگوں نے سُنا ہوگا کہ یہ شخص ۴ اپریل ۱۹۰۶ء کو مع اپنے دونوں بیٹوں کے طاعون سے فوت ہو کر میری پیشگوئی کی تصدیق کر گیا اور بڑی نومیدی سے اُس نے جان دی اور مرنے سے چند دن پہلے ایک مباہلہ کا کاغذ اُس نے لکھا جس میں اپنا اور میرا نام ذکر کر کے خدا تعالیٰ سے دُعا کی کہ ہم دونوں میں سے جو جھوٹا ہے وہ ہلاک ہو۔ خدا کی قدرت کہ وہ کاغذ ابھی کاتب کے ہاتھ میں ہی تھا اور وہ کاپی لکھ رہا تھا کہ چراغ دین مع اپنے دونوں بیٹوں کے اُسی دن ہمیشہ کیلئے رخصت ہو گیا۔ فاعتبروا یا اولی الابصار[1]۔ یہ ہیں میرے مخالف الہاموں کا دعویٰ کرنیوالے جو مجھے دجّال ٹھہراتے ہیں۔ کوئی شخص اُن کے انجام پر غور نہیں کرتا۔ القصّہ حضرات مولوی صاحبان چراغدین مُرتد کا ساتھ دیکر بھی اپنی مُراد کو نہ پہنچ سکے۔

پھر بعد اسکے ایک اور چراغدین پیدا ہوا یعنی ڈاکٹر عبد الحکیم خان۔ یہ شخص بھی مجھے دجّال ٹھہراتا ہے اور پہلے چراغدین کی طرح اپنے تئیں مُرسلین میں سے شمار کرتا ہے مگر معلوم نہیں کہ پہلے چراغدین کی طرح میرے قتل کرنے کیلئے اِس کو بھی حضرت عیسٰی نے عصا دیا ہے یا نہیں ✠۔ تکبّر اور غرور میں تو پہلے

✠ حاشیہ۔ حضرت عیسٰے نے جو میرے قتل کرنے کیلئے چراغدین کو عصا دیا معلوم نہیں کہ یہ جوش اور غضب کیوں اُنکے دل میں بھڑکا۔ اگر اسلئے ناراض ہوگئے کہ مَیں نے اُنکا مرنا دُنیا میں شائع کیا ہے تو یہ اُنکی غلطی ہے بہ مَیں نے شائع نہیں کیا بلکہ اُس نے شائع کیا ہے جسکی مخلوق ہماری طرح حضرت عیسٰے بھی ہیں اگر شک ہو تو یہ آیت دیکھیں ما محمّد الّا رسول قد خلت من قبلہ الرسل[2] اور نیز یہ آیت فلمّا توفیتنی کنت انت الرقیب علیہم[3]۔ اور تعجب کہ جسکو وہ میرے ہلاک کرنے کیلئے عصا دیتے ہیں وہ آپ ہی ہلاک ہو جاتا ہے یہ خوب عصا ہے۔ سُنا ہے کہ دوسرے چراغدین یعنی عبد الحکیم خان نے بھی میری موت کے بارے میں کوئی پیشگوئی پہلے چراغ دین کی طرح کی ہے مگر معلوم نہیں کہ اُس میں کوئی عصا کا بھی ذکر ہے یا نہیں۔ منہ

[1] الحشر: ۳ [2] آل عمران: ۱۴۵ [3] المائدۃ: ۱۱۸

چراغ دین سے بھی بہت بڑھ کر ہے اور گالیاں دینے میں بھی اُس سے زیادہ مشق ہے اور افتراء میں اُس سے بڑھکر قدم ہے۔ اِس مشتعل طبع مشتِ خاک کی ارتداد سے بھی ہمارے مخالف مولویوں کو بہت خوشی ہوئی۔ گویا ایک خزانہ مل گیا۔ مگر اُن کو چاہیئے کہ اتنا خوش نہ ہوں اور پہلے چراغ دین کو یاد کریں۔ وہ خدا جس نے ہمیشہ اُن کو ایسی خوشیوں سے نامُراد رکھا ہے وُہی خدا اب بھی ہے۔ اور اُسکی پیشگوئی نے جیساکہ پہلے چراغ دین کے انجام سے خبر دی تھی اِسی طرح اُس علیم خبیر نے اِس دُوسرے چراغ دین یعنی عبد الحکیم کے انجام کی خبر دی ہے پھر خوشی کا کیا مقام ہے ذرا صبر کریں اور انجام دیکھیں۔ اور پھر تعجب کا مقام ہے کہ ایک نادان مُرتد کے ارتداد سے اِس قدر کیوں خوشی کی جاتی ہے۔ خدا تعالیٰ کا ہم پر فضل ہے کہ اگر ایک بد قسمتی سے مُرتد ہوتا ہے تو اُس کی جگہ ہزار آتا ہے۔ ۱۲۴

اور پھر ماسوا اِسکے کیا کسی مُرتد کے ارتداد سے یہ نتیجہ نکل سکتا ہے کہ وہ سلسلہ جس سے یہ مُرتد خارج ہوا حق نہیں ہے۔ کیا ہمارے مخالف علماء کو خبر نہیں کہ کئی بد بخت حضرت موسیٰ کے زمانہ میں اُن سے مُرتد ہو گئے تھے۔ پھر کئی لوگ حضرت عیسٰے سے مُرتد ہوئے اور پھر کئی بد بخت اور بد قسمت ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں آپ سے مُرتد ہو گئے چنانچہ مسیلمہ کذّاب بھی مُرتدین میں سے ایک تھا۔ پس عبد الحکیم مُرتد کے ارتداد سے خوش ہونا اور اس کو سلسلۂ حقّہ کے بطلان کی ایک دلیل قرار دینا ان لوگوں کا کام ہے جو محض نادان ہیں۔ ہاں یہ لوگ چند روز کیلئے ایک جھوٹی خوشی کا موجب ضرور ہو جاتے ہیں مگر وہ خوشی جلد زائل ہو جاتی ہے۔

یہ وُہی عبد الحکیم خان ہے جس نے اپنی کتاب میں میرا نام لیکر یہ لکھا ہے کہ ایک شخص اُنکے دعویٰ مسیح موعود ہونے سے **مُنکر** تھا تب مجھ کو خواب میں دکھایا گیا کہ یہ منکر طاعون سے مر جائیگا۔ چنانچہ وُہ طاعون سے مر گیا۔ مگر اب خود گستاخی سے مُرتد ہو کر گالیاں دیتا اور سخت بد زبانی کرتا اور جھُوٹی تہمتیں لگاتا ہے کیا اب طاعون کا وقت جاتا رہا؟!

یہ تو ہم بیان کر چکے کہ وُہ امر جس کا نام توحید ہے اور جو مدارِ نجات ہے اور جو شیطانی توحید سے ایک علیحدہ امر ہے وُہ بجز اِسکے کہ وقت کے نبی یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر

ایمان لایا جائے اور اُنکی اطاعت کی جائے میسّر نہیں آسکتا اور صرف توحید خشک بجز اطاعت
رسول کے کچھ چیز نہیں بلکہ اُس مُردہ کی طرح ہے جس میں رُوح نہیں۔ اب یہ بیان کرنا رہ گیا کہ کیا ۱۲۵
قرآن شریف نے ہمارے بیان کے مطابق انسانی نجات کو اطاعت رسول کے ساتھ وابستہ
فرمایا ہے یا اُس کے برخلاف قرآنی تعلیم ہے۔ سو اِس حقیقت کے سمجھانے کے لئے ہم
آیاتِ ذیل پیش کرتے ہیں۔

(۱) قولہ تعالیٰ۔ قُلْ اطیعوا اللّٰہ و اطیعوا الرسول۔[۱] الجزو ۱۸ سُورۃ نور

(ترجمہ) کہہ خدا کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو۔ اور یہ مسلّم اور بدیہی امر ہے کہ خدا کے احکام سے تخلّف کرنا معصیت اور موجبِ دخولِ جہنّم ہے اور اِس مقام میں جس طرح خدا اپنی اطاعت کیلئے حکم فرماتا ہے۔ ایسا ہی رسول کی اطاعت کے لئے حکم فرماتا ہے۔ سو جو شخص اُسکے حکم سے مُنہ پھیرتا ہے وہ ایسے جُرم کا ارتکاب کرتا ہے جس کی سزا جہنّم ہے۔

(۲) قولہ تعالیٰ۔ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمنوا لا تقدّموا بین یدی اللّٰہ ورسولہ
واتّقوا اللّٰہ انّ اللّٰہ سمیع علیم۔[۲] (الجزو ۲۶ سُورۃ حجرات)

(ترجمہ) اے ایمان والو خدا اور رسول کے حکم سے بڑھ کر کوئی بات نہ کرو یعنی ٹھیک ٹھیک احکام خدا اور رسول پر چلو اور نافرمانی میں خدا سے ڈرو۔ خدا سُنتا بھی ہے اور جانتا بھی ہے۔ اب ظاہر ہے کہ جو شخص محض اپنی خشک توحید پر بھروسہ کرکے (جو دراصل وہ توحید بھی نہیں) رسول سے اپنے تئیں مستغنی سمجھتا ہے اور رسول سے قطع تعلق کرتا ہے اور اُس سے بالکل اپنے تئیں علیحدہ کر دیتا ہے اور گستاخی سے قدم آگے رکھتا ہے۔ وہ خدا کا نافرمان ہے اور نجات سے بے نصیب۔

(۳) قولہ تعالیٰ۔ من کان عدوًّا لِلّٰہ وملٰئکتہٖ ورسلہٖ وجبریل ومیکٰل
فانّ اللّٰہ عدوٌّ للکٰفرین۔[۳] (الجزو ۱ سُورۃ بقرہ)

(ترجمہ) یعنی جو شخص خدا اور اُسکے فرشتوں اور اُسکے پیغمبروں اور جبریل اور میکائیل کا دشمن ہو تو

[۱] النور: ۵۵ [۲] الحجرات: ۲ [۳] البقرۃ: ۹۹

خدا ایسے کافروں کا خود دشمن ہے۔ اب ظاہر ہے کہ جو شخص توحید خشک کا تو قائل ہے مگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم
کا مکذّب ہے وہ درحقیقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دشمن ہے لہٰذا بموجب منشاء اِس آیت کے ص ۱۲۶
خدا اُس کا دشمن ہے اور وُہ خدا کے نزدیک کافر ہے تو پھر اسکی نجات کیونکر ہو سکتی ہے۔

(۴) قولہ تعالیٰ۔ یٰایّھا الذین اٰمنوا اٰمنوا باللہ ورسولہ والکتٰب الذی نزّل علیٰ
رسولہ والکتٰب الذی انزل من قبلُ ومن یکفر باللہ وملٰئکتہٖ وکتبہٖ و
رسلہٖ والیوم الاٰخر فقد ضلّ ضلٰلًا بعیدًا[1] (الجزو ۵ سورۃ نساء)

(ترجمہ) اے لوگو جو ایمان لائے ہو خدا پر ایمان لاؤ۔ اور اُس کے رسول پر اور اسکی اس کتاب پر جو اُس کے رسول پر نازل ہوئی ہے یعنی قرآن شریف پر اور اُس کتاب پر ایمان لاؤ جو پہلے نازل ہوئی۔ یعنی توریت وغیرہ پر۔ اور جو شخص خدا پر اور اُس کے فرشتوں پر اور اُسکے رسولوں پر اور آخرت کے دن پر ایمان نہیں لائیگا وہ حق سے بہت دُور جا پڑا یعنی نجات سے محروم رہا۔

(۵) قولہ تعالیٰ۔ وما کان لمؤمنٍ ولا مؤمنةٍ اذا قضی اللہ ورسولہ امرًا ان یکون
لھم الخیرۃ من امرھم ومن یعص اللہ ورسولہ فقد ضلّ ضلٰلًا مبینًا[2] (الجزو ۲۲ سورۃ احزاب)

(ترجمہ) کسی مومن یا مومنہ کو جائز نہیں ہے کہ جب خدا اور اُس کا رسول کوئی حکم کرے تو انکو اس حکم کے ردّ کرنے میں اختیار ہو۔ اور جو شخص خدا اور اسکے رسول کی نافرمانی کرے وُہ حق سے بہت دُور جا پڑا ہے یعنی نجات سے بے نصیب رہا کیونکہ نجات اہلِ حق کے لئے ہے۔

(۶) قولہ تعالیٰ ومن یعص اللہ ورسولہ ویتعدّ حدودہٗ یدخلہ نارًا
خالدًا فیھا ولہ عذاب مھین[3] (الجزو ۴ سورۃ نساء)

(ترجمہ) جو شخص خدا اور رسول کی نافرمانی کرے اور اسکی حدوں سے باہر ہو جائے خدا اُسکو جہنّم میں داخل کریگا اور وہ جہنّم میں ہمیشہ رہیگا اور اُسپر ذلیل کرنیوالا عذاب نازل ہوگا۔

اب دیکھو کہ رسول سے قطع تعلق کرنے میں اِس سے بڑھکر اور کیا وعید ہوگا کہ خدائے عزّ وجلّ فرماتا ہے کہ جو شخص رسول کی نافرمانی کرے اُس کے لئے دائمی جہنّم کا وعدہ ہے۔ مگر میاں عبدالحکیم

۱؎ النساء: ۱۳۷ ۲؎ الاحزاب: ۳۷ ۳؎ النساء: ۱۵

کہتے ہیں کہ جو شخص نبی کریمؐ کا مکذّب اور نافرمان ہو۔ اگر وُہ توحید پر قائم ہو تو وُہ بلاشبہ بہشت میں
۱۲۷ جائیگا۔ مجھے معلوم نہیں کہ اُن کے پیٹ میں کس قسم کی توحید ہے کہ باوجود نبی کریمؐ کی مخالفت اور نافرمانی کے جو توحید کا سرچشمہ ہے بہشت تک پہنچا سکتی ہے۔ لعنت اللہ علی الکاذبین۔

(۷) **قولہ تعالیٰ۔** وما ارسلنا من رسول الّا لیطاع باذن اللہ[1] (الجزو ۵ سورۃ نساء)

(ترجمہ) یعنی ہر ایک نبی ہم نے اس لئے بھیجا ہے کہ تا خدا کے حکم سے اُسکی اطاعت کی جائے۔

اب ظاہر ہے کہ جبکہ بہ منشاء اس آیت کے نبی واجب الاطاعت ہے۔ پس جو شخص نبی کی اطاعت سے باہر ہو وہ کیونکر نجات پا سکتا ہے۔

(۸) **قولہ تعالیٰ۔** قل ان کنتم تحبّون اللہ فاتّبعونی یحببکم اللہ ویغفر لکم ذنوبکم واللہ غفور رحیمؐ قل اطیعوا اللہ والرسول فان تولّوا فانّ اللہ لا یحب الکفرین[2] (الجزو ۳ اٰل عمران)

(ترجمہ) انکو کہہ کہ اگر خدا سے تم محبّت کرتے ہو پس آؤ میری پیروی کرو۔ تا خدا بھی تم سے محبّت کرے اور تمہارے گناہ بخش دے اور خدا غفور و رحیم ہے۔ اُن کو کہہ کہ خدا اور رسول کی اطاعت کرو پس اگر وہ اطاعت سے منہ پھیر لیں تو خدا کافروں کو دوست نہیں رکھتا۔ اِن آیات سے صاف طور پر ظاہر ہوتا ہے کہ گناہوں کی مغفرت اور خدا تعالیٰ کا پیار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے سے وابستہ ہے۔ اور جو لوگ ایمان نہیں لاتے وُہ کافر ہیں

(۹) **قولہ تعالیٰ۔** انّ الّذین یکفرون باللہ ورسلہٖ ویریدون ان یفرّقوا بین اللہ ورسلہ ویقولون نؤمن ببعض ونکفر ببعض ویریدون ان یتّخذوا بین ذالک سبیلاً۔ اولٰئک ھم الکٰفرون حقًّا واعتدنا للکٰفرین عذابًا مھینًا۔ والذین اٰمنوا باللہ ورسلہٖ ولم یفرّقوا بین احدٍ منھم اولٰئک سوف یؤتیھم اجورھم[3] (الجزو ۶ سورۃ نساء)

(ترجمہ) وہ لوگ جو خدا اور رسول سے منکر ہیں اور ارادہ رکھتے ہیں کہ خدا اور اسکے رسولوں میں تفرقہ ڈالدیں اور کہتے ہیں کہ بعض پر ہم ایمان لائینگے اور بعض پر نہیں۔ یعنی صرف خدا کا ماننا یا

[1] النساء: ۶۵ [2] آل عمران: ۳۲-۳۳ [3] النساء: ۱۵۱ تا ۱۵۳

صرف بعض رسولوں پر ایمان لانا کافی ہے یہ ضروری نہیں کہ خدا کے ساتھ رسول پر بھی ایمان لاویں یا
ص۱۲۸ سب نبیوں پر ایمان لاویں اور چاہتے ہیں کہ خدا کی ہدایت کو چھوڑ کر بین بین مذہب اختیار کر لیں۔ وہی
پکے کافر ہیں اور ہم نے کافروں کیلئے ذلیل کرنیوالا عذاب مہیا کر رکھا ہے اور وہ لوگ جو خدا اور رسول پر
ایمان لاتے ہیں اور خدا اور اسکے رسولوں میں تفرقہ نہیں ڈالتے یعنی یہ تفرقہ اختیار نہیں کرتے کہ
صرف خدا پر ایمان لاویں مگر اُسکے رسولوں پر ایمان نہ لاویں اور نہ یہ تفرقہ پسند کرتے ہیں کہ بعض
رسولوں پر تو ایمان لاویں اور بعض سے برگشتہ رہیں۔ ان لوگوں کو خدا اُن کا اجر دے گا۔

اب کہاں ہیں میاں عبد الحکیم خان مُرتد جو میری اس تحریر سے مجھ سے برگشتہ ہو گیا۔ چاہیئے کہ اب آنکھ کھول کر دیکھے کہ کس طرح خدا نے اپنی ذات پر ایمان لانا رسولوں پر ایمان لانے سے وابستہ کیا ہے۔ اس میں راز یہ ہے کہ انسان میں توحید قبول کرنے کی استعداد اُس آگ کی طرح رکھی گئی ہے جو پتھر میں مخفی ہوتی ہے۔ اور رسول کا وجود چقماق کی طرح ہے جو اس پتھر پر ضرب توجہ لگا کر اُس آگ کو باہر نکالتا ہے۔ پس ہرگز ممکن نہیں کہ بغیر رسول کی چقماق کے توحید کی آگ کسی دِل میں پَیدا ہو سکے توحید کو صرف رسول زمین پر لاتا ہے اور اُسی کی معرفت یہ حاصل ہوتی ہے۔ خدا مخفی ہے اور وہ اپنا چہرہ رسول کے ذریعہ دکھلاتا ہے*۔

(۱۰) قولہ تعالیٰ۔ یاایّھا النّاس قد جآءکم الرّسول بالحق من ربکم فاٰمنوا خیرًا لکم وان تکفروا فانّ للہ ما فی السمٰوات والارض وکان اللہ علیمًا حکیمًا[1] (الجزو ۶ سورۃ نساء)

(ترجمہ) اے لوگو! تمہارے پاس رسول حق کے ساتھ آیا ہے پس تم اُس رسول پر ایمان لاؤ۔

*حاشیہ۔ ایک مرتبہ ایسا اتفاق ہُوا کہ دُرود شریف کے پڑھنے میں یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر دُرود بھیجنے میں ایک زمانہ تک مجھے بہت استغراق رہا۔ کیونکہ میرا یقین تھا کہ خدا تعالیٰ کی راہیں نہایت دقیق راہیں ہیں وہ بجز وسیلہ نبی کریمؐ کے مل نہیں سکتیں جیسا کہ خدا بھی فرماتا ہے وابتغوا الیہ الوسیلۃ[2] تب ایک مدّت کے بعد کشفی حالت میں مَیں نے دیکھا کہ دو سقے یعنی ماشکی آئے اور ایک اندرونی راستے سے اور ایک بیرونی راہ سے میرے گھر میں داخل ہوئے ہیں اور اُنکے کاندھوں پر نور کی مشکیں ہیں اور کہتے ہیں ھٰذا بما صلیت علٰی محمّدٍ۔ منہ

[1] النساء: ۱۷۱ [2] المائدۃ: ۳۶

ص۱۲۹ تمہاری بہتری اسی میں ہے اور اگر تم کفر اختیار کرو تو خدا کو تمہاری کیا پروا ہے زمین و آسمان سب اسی کا ہے اور سب اُس کی اطاعت کر رہے ہیں اور خدا علیم اور حکیم ہے ؂

(۱۱) قولہ تعالیٰ۔ کُلَّمَآ اُلْقِیَ فیہا فوج سألھم خزنتہا الم یأتکم نذیر۔ قالوا بلیٰ قد جاءنا نذیرٌ فکذّبنا وقلنا ما نزّل اللّٰہ من شیءٍ[۱]۔ (الجزو ۲۹ سورۃ الملک)

(ترجمہ) اور جب دوزخ میں کوئی فوج کافروں کی پڑیگی تو جو فرشتے دوزخ پر مقرر ہیں وہ دوزخیوں کو کہیں گے کہ کیا تمہارے پاس کوئی نذیر نہیں آیا تھا۔ وہ کہیں گے کہ ہاں آیا تو تھا مگر ہم نے اُسکی تکذیب کی اور ہم نے کہا کہ خدا نے کچھ نہیں اُتارا۔ اب دیکھو ان آیات سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ دوزخی دوزخ میں اِس لئے پڑیں گے کہ وہ وقت کے نبیوں کو قبول نہیں کرینگے۔

(۱۲) قولہ تعالیٰ۔ انما المؤمنون الذین اٰمنوا باللّٰہ ورسولہ ثم لم یرتابوا[۲] (الجزو ۲۶ سُورۃ حجرات) (ترجمہ) سوا اس کے نہیں کہ مومن وہ لوگ ہیں جو خدا اور رسول پر ایمان لائے پھر بعد اسکے ایمان پر قائم رہے اور شکوک و شبہات میں نہیں پڑے دیکھو ان آیات میں خدا تعالیٰ نے حصر کر دیا ہے کہ خدا کے نزدیک مومن وہی لوگ ہیں کہ جو صرف خدا پر ایمان نہیں لاتے بلکہ خدا اور رسول دونوں پر ایمان لاتے ہیں۔ پھر بغیر ایمان بالرسول کے نجات کیونکر ہو سکتی ہے اور بغیر رسول پر ایمان لانے کے صرف توحید کس کام آسکتی ہے۔

(۱۳) قولہ تعالیٰ۔ وما منعھم ان تقبل منھم نفقاتھم الّا انھم کفروا باللّٰہ وبرسولہ[۳] (الجزو ۱۰ سُورۃ توبہ) ترجمہ۔ یعنی اس بات کا سبب جو کفار کے صدقات قبول نہیں کئے جاتے صرف یہ ہے کہ وہ خدا اور اُس کے رسول سے منکر ہیں۔ اب دیکھو ان آیات سے صاف ظاہر ہے کہ جو لوگ رسول پر ایمان نہیں لاتے اُن کے اعمال ضائع ہو جاتے ہیں خدا اُن کو قبول نہیں کرتا۔ اور پھر جب اعمال ضائع ہوئے تو نجات کیونکر ہو گی۔*

* یہ تمام آیات اُن لوگوں کے متعلق ہیں جنہوں نے رسول کے وجود پر اطلاع پائی اور رسول کی دعوت انکو پہنچ گئی۔ اور جو لوگ رسول کے وجود سے بالکل بے خبر رہے اور نہ انکو دعوت پہنچی اُنکی نسبت ہم کچھ نہیں کہہ سکتے۔ اُنکے حالات کا علم خدا کو ہے اُن سے وہ، وہ معاملہ کریگا جو اُسکے رحم اور انصاف کا مقتضا ہے۔ منہ

[۱] الملک: ۹ [۲] الحجرات: ۱۶ [۳] التوبۃ: ۵۴

(۱۴) قولہ تعالیٰ۔ والّذین اٰمنوا وعملوا الصالحٰت واٰمنوا بما نزّل علٰی محمّد وھو الحق من ربّھم کفّر عنھم سیّاٰتھم واصلح بالھم۔[1] الجزو ۲۶ سورۃ محمد)

ترجمہ۔ جو لوگ ایمان لائے اور نیک اعمال بجالائے اور وہ کلام جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا اسپر ایمان لائے اور وہی حق ہے ایسے لوگوں کے خدا گناہ بخش دیگا اور اُنکے دِلوں کی اصلاح کریگا۔ صفحہ ۱۳۰
اب دیکھو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کی وجہ سے کس قدر خدا تعالیٰ اپنی خوشنودی ظاہر فرماتا ہے کہ اُن کے گناہ بخشتا ہے اور اُن کے تزکیہ نفس کا خود متکفّل ہوتا ہے۔ پھر کیسا بدبخت وہ شخص ہے جو کہتا ہے کہ مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کی ضرورت نہیں اور غرور اور تکبّر سے اپنے تئیں کچھ سمجھتا ہے۔ سعدیؒ نے سچ کہا ہے:۔

محال ست سعدی کہ راہِ صفا	تواں رفت جز در پئے مصطفٰے
بردمہر آں شاہ سوئے بہشت	حرام است بر غیر بوئے بہشت

(۱۵) قولہ تعالیٰ۔ المیعلموا انّہ من یحادد اللّٰہ ورسولہ فانّ لہ نار جھنّم خالدًا فیھا ذالک الخزی العظیم۔[2] الجزو ۱۰ سورۃ توبہ)

(ترجمہ) کیا یہ لوگ نہیں جانتے کہ جو شخص خدا اور رسول کی مخالفت کرے خدا اُسکو جہنّم میں ڈالیگا اور وہ اُس میں ہمیشہ رہیگا یہ ایک بڑی رسوائی ہے۔ اب بتلاویں میاں عبدالحکیم خان کہ اُنکی کیا رائے ہے۔ کیا خدا کے اِس حکم کو قبول کرینگے یا بہادری سے اِن آیتوں کے وعید کو اپنے سر پر لے لینگے؟

(۱۶) قولہ تعالیٰ۔ وَاِذْ اَخَذَ اللّٰہُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ لَمَآ اٰتَیْتُکُمْ مِّنْ کِتٰبٍ وَّحِکْمَۃٍ ثُمَّ جَآءَکُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَکُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِہٖ وَلَتَنْصُرُنَّہٗ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰی ذٰلِکُمْ اِصْرِیْ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا قَالَ فَاشْھَدُوْا وَاَنَا مَعَکُمْ مِّنَ الشّٰھِدِیْنَ[3] (الجزو ۳ ع ۱۷)

(ترجمہ) اور یاد کر جب خدا نے تمام رسولوں سے عہد لیا کہ جب میں تمہیں کتاب اور حکمت دوں گا۔ اور پھر تمہارے پاس آخری زمانہ میں میرا رسول آئے گا جو تمہاری کتابوں کی تصدیق کرے گا۔ تمہیں اُسپر ایمان لانا ہوگا اور اُسکی مدد کرنی ہوگی اور کہا کیا تم نے اقرار کرلیا اور اِس عہد پر استوار

[1] محمد: ۳ [2] التوبۃ: ۶۳ [3] آل عمران: ۸۲

۱۳۱ ہو گئے۔ انہوں نے کہا کہ ہم نے اقرار کر لیا۔ تب خدا نے فرمایا کہ اب اپنے اقرار کے گواہ رہو اور مَیں بھی تمہارے ساتھ اِس بات کا گواہ ہوں۔

اب ظاہر ہے کہ انبیاء تو اپنے اپنے وقت پر فوت ہو گئے تھے یہ حکم ہر نبی کی اُمّت کے لئے ہے کہ جب وُہ رسول ظاہر ہو تو اس پر ایمان لاؤ ورنہ مواخذہ ہو گا۔ اب بتلاویں میاں عبدالحکیم خان نیم مُلّا خطرہ ایمان! کہ اگر صرف توحید خشک سے نجات ہو سکتی ہے تو پھر خدا تعالیٰ ایسے لوگوں سے کیوں مؤاخذہ کریگا جو گو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہیں لاتے مگر توحید باری کے قائل ہیں۔

علاوہ اس کے توریت استثناء باب ۱۸ میں ایک یہ آیت موجود ہے کہ جو شخص اُس آخر الزمان نبی کو نہیں مانے گا مَیں اُس سے مطالبہ کرونگا۔ پس اگر صرف توحید ہی کافی ہے تو یہ مطالبہ کیوں ہوگا؟ کیا خدا اپنی بات کو بھول جائیگا؟ اور مَیں نے بقدر کفایت قرآن شریف میں سے یہ آیات لکھی ہیں ورنہ قرآن شریف اِس قسم کی آیات سے بھرا ہوا ہے۔ چنانچہ قرآن شریف انہی آیات سے شروع ہوتا ہے جیساکہ وُہ فرماتا ہے۔ اھدنا الصراط المستقیم۔ صراط الّذین انعمت علیھم[1] یعنی اے ہمارے خدا ہمیں رسولوں اور نبیوں کی راہ پر چلا جن پر تیرا انعام اور اکرام ہوا ہے۔

حاشیہ۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ جب انسان سچے دین پر ہو تو اعمال صالحہ بجالانے سے خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک انعام پاتا ہے۔ اسی طرح سنّتِ الٰہی واقع ہے کہ سچے دین والا صرف اس حد تک ٹھہرایا نہیں جاتا جس حد تک وہ اپنی کوشش سے چلتا ہے اور اپنی سعی سے قدم رکھتا ہے بلکہ جب اس کی کوشش حد تک پہنچ جاتی ہے اور انسانی طاقتوں کا کام ختم ہو جاتا ہے تب عنایت الٰہی اُسکے وجود میں اپنا کام کرتی ہے اور ہدایت الٰہی اس مرتبہ تک اس کو علم اور عمل اور معرفت میں ترقی بخشتی ہے جس مرتبہ تک وہ اپنی کوشش سے نہیں پہنچ سکتا تھا جیساکہ ایک دُوسرے مقام میں بھی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے والّذین جاھدوا فینا لنھدینّھم سُبلنا[2] یعنی جو لوگ ہماری راہ میں مجاہدہ اختیار کرتے ہیں اور جو کچھ اُن سے اور اُن کی قوتوں سے ہو سکتا ہے بجالاتے ہیں۔ تب عنایت حضرت احدیت اُن کا ہاتھ پکڑتی ہے اور جو کام اُن سے نہیں ہو سکتا تھا وہ آپ کر دکھلاتی ہے۔ منہ

[1] الفاتحہ: ۶-۷ [2] العنکبوت: ۷۰

اب اِس آیت سے کہ جو پنج وقت نماز میں پڑھی جاتی ہے ظاہر ہے کہ خدا کا رُوحانی انعام جو صـ۱۳۶
معرفت اور محبّت الٰہی ہے صرف رسولوں اور نبیوں کے ذریعہ سے ہی ملتا ہے نہ کسی اور ذریعہ سے۔ ہمیں
معلوم نہیں کہ میاں عبد الحکیم خان نماز بھی پڑھتے ہیں یا نہیں اگر پڑھتے ہوتے تو ممکن نہ تھا کہ اِن
آیات کے معنوں سے بے خبر رہتے مگر جب اُن کے نزدیک صرف توحید ہی کافی ہے تو پھر نماز کی کیا
ضرورت ہے، نماز تو رسول کا ایک طریق عبادت بتلایا ہوا ہے جس کو رسول کی متابعت سے کچھ غرض نہیں
اُس کو نماز سے کیا غرض ہے۔ اسکے نزدیک تو موحد برہمو بھی نجات یافتہ ہیں کیا وہ نماز پڑھتے ہیں۔
اور جبکہ اُسکے نزدیک ایک شخص اسلام سے مرتد ہو کر بھی بوجہ اپنی خشک توحید کے نجات پاسکتا ہے※
اور ایسا آدمی بھی نجات پاسکتا ہے جو یہود یا نصاریٰ یا آریوں میں سے موحد ہے گو اسلام کا مکذّب
اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دشمن ہے تو پھر اُسکی یہی رائے ہوگی کہ نماز لاحاصل اور روزہ بے سُود ہے،
مگر ایک مومن کیلئے تو صرف یہی آیت کافی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ رُوحانی دولت کے مالک صرف
انبیاء اور رُسل ہیں اور ہر ایک کو اُن کی پیروی سے حصّہ ملتا ہے۔

پھر سورۂ بقرہ کے شروع میں یہ آیات ہیں۔ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ۝
الّذین یؤمنون بالغیب ویقیمون الصّلٰوۃ ومما رزقنٰھم ینفقون ۝ والّذین
یؤمنون بما اُنزل الیك وما انزل من قبلك وبالاٰخرۃ
ھم یوقنون ۝ اُولٰٓئِكَ علٰی ھدًی من ربّھم و اُولٰٓئك ھم المفلحون ۝[1]

ترجمہ۔ یہ کتاب جو شکوک و شبہات سے پاک ہے مُتقیوں کے لئے ہدایت نامہ ہے اور مُتقی وہ لوگ
ہیں جو خدا پر (جس کی ذات مخفی در مخفی ہے) ایمان لاتے ہیں اور نماز کو قائم کرتے ہیں اور اپنے
مالوں میں سے خدا کی راہ میں کچھ دیتے اور اُس کتاب پر ایمان لاتے ہیں جو تیرے پر نازل ہوئی

※عبد الحکیم خان کے نزدیک جہاں تک اُسکی عبارت سے سمجھا جاتا ہے ارتداد کیلئے یہ بھی ایک عُذر ہے کہ جس شخص کو اپنی رائے میں
اسلام کی سچائی کے کافی دلائل نہیں ملے وہ اسلام سے مُرتد ہو کر بھی نجات پاسکتا ہے کیونکہ اسلام کی حقانیت پر اُس کو
تسلّی حاصل نہیں ہوئی مگر اس کو بیان کرنا چاہیئے تھا کہ کس حد تک اتمام حجت اسکے نزدیک ہے۔ منہ

[1] البقرۃ: ۳ تا ۶

اور نیز اُن کتابوں پر ایمان لاتے ہیں جو تجھ سے پہلے نازل ہوئیں وُہی لوگ خدا کی طرف سے ہدایت پر ہیں اور وُہی ہیں جو نجات پائیں گے۔

۱۳۴ اب اُٹھو اور آنکھ کھولو اے میاں عبد الحکیم مُرتد! کہ خدا تعالیٰ نے اِن آیات میں فیصلہ کردیا ہے اور نجات پانا صِرف اِسی بات میں حصر کردیا ہے کہ لوگ خدا تعالیٰ کی کتابوں پر ایمان لاویں اور اسکی بندگی کریں۔ خدا تعالیٰ کے کلام میں تناقض اور اختلاف نہیں ہو سکتا پس جبکہ اللہ جلشانہٗ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت سے نجات کو وابستہ کردیا ہے تو پھر بے ایمانی ہے کہ اِن آیات قطعیۃ الدلالت سے انحراف کرکے **متشابہات** کیطرف دوڑیں متشابہات کی طرف وُہی لوگ دوڑتے ہیں جن کے دِل نفاق کی مرض سے بیمار ہوتے ہیں۔

اور اِن آیات میں جو معرفت کا نکتہ مخفی ہے وُہ یہ ہے کہ آیات ممدوحہ بالا میں خدا تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے کہ الٓمّٓ۔ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَیْبَ فِیْهِ ۛۚ هُدًى لِّلْمُتَّقِیْنَ[۱] یعنی یہ وُہ کتاب ہے جو خدا کے علم سے ظہور پذیر ہوئی ہے اور چونکہ اس کا علم جہل اور نسیان سے پاک ہے اِس لئے یہ کتاب ہر ایک شک و شبہ سے خالی ہے اور چونکہ خدا تعالےٰ کا عِلم انسانوں کی تکمیل کے لئے اپنے اندر ایک کامل طاقت رکھتا ہے اِس لئے یہ کتاب متقین کیلئے ایک کامل ہدایت ہے* اور اُن کو اس مقام تک پہنچاتی ہے جو انسانی فطرت کی ترقیات کے لئے آخری مقام ہے اور خدا ان آیات میں فرماتا ہے کہ متقی وُہ ہیں کہ جو پوشیدہ خدا پر ایمان لاتے ہیں اور نماز کو قائم کرتے ہیں اور اپنے مالوں میں سے کچھ خدا کی راہ میں دیتے ہیں

*حاشیہ۔ جب تک کسی کتاب کے علل اربعہ کامل نہ ہوں وہ کتاب کامل نہیں کہلا سکتی۔ اسلئے خدا تعالیٰ نے ان آیات میں قرآن شریف کے علل اربعہ کا ذکر فرمادیا ہے اور وُہ چار (۱) علّت فاعلی (۲) علّت مادی (۳) علّت صوری (۴) علّت غائی۔ اور ہر چہار کامل درجہ پر ہیں۔ پس الٓمّٓ علّت فاعلی کے کمال کی طرف اشارہ کرتا ہے جس کے معنی ہیں۔ انا اللّٰہ اعلم یعنی کہ میں جو خدائے عالم الغیب ہوں۔ میں نے اِس کتاب کو اُتارا ہے۔ پس چونکہ خدا اِس کتاب کی علّتِ فاعلی ہے اِسلئے اِس کتاب کا فاعل ہر ایک فاعل سے زبردست اور کامل ہے اور علّتِ مادی کے کمال کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ یہ فقرہ کہ ذالك الکتٰب یعنی یہ وہ کتاب ہے جس نے خدا کے علم سے خلعتِ وجود پہنا ہے

۱؎ البقرة: ۲-۳

اور قرآن شریف اور پہلی کتابوں پر ایمان لاتے ہیں وہی ہدایت کے سر پر ہیں اور وہی نجات پائیں گے ۔ صفحہ ۱۳۴
اِن آیات سے معلوم ہوا کہ نجات بغیر نبی کریم پر ایمان لانے اور اس کی ہدایات نماز وغیرہ کے بجالانے کے نہیں مل سکتی۔ اور جھوٹے ہیں وہ لوگ جو نبی کریم کا دامن چھوڑ کر محض خشک توحید سے نجات ڈھونڈھتے ہیں مگر یہ عقیدہ قابلِ حل رہا کہ جبکہ وہ لوگ ایسے راستباز ہیں کہ پوشیدہ خدا پر ایمان لاتے اور نماز بھی ادا کرتے اور روزہ بھی رکھتے ہیں اور اپنے مالوں میں سے خدا کی راہ میں کچھ دیتے ہیں اور قرآن شریف اور پہلی کتابوں پر ایمان بھی رکھتے ہیں تو پھر یہ فرمانا کہ ھُدًی لِّلْمُتَّقِیْنَ یعنی اُنکو یہ کتاب ہدایت دیگی اِس کے کیا معنی ہیں وہ تو اِن سب باتوں کو بجالا کر پہلے ہی سے ہدایت یافتہ ہیں اور حاصل شدہ کو حاصل کرانا یہ تو ایک امرِ عبث معلوم ہوتا ہے۔

اِس کا جواب یہ ہے کہ وہ لوگ باوجود ایمان اور عمل صالح کے کامل استقامت اور کامل ترقی کے محتاج ہیں جس کی رہنمائی صرف خدا ہی کرتا ہے انسانی کوشش کا اس میں دخل نہیں۔ استقامت سے مُراد یہ ہے کہ ایسا ایمان دِل میں رچ جائے کہ کسی ابتلاء کے وقت ٹھوکر نہ کھاویں۔ اور ایسے طرز اور ایسے طور پر اعمال صالحہ صادر ہوں کہ اُن میں لذّت پیدا ہو اور مشقّت اور تلخی محسوس نہ ہو اور اُنکے بغیر جی ہی نہ سکیں۔ گویا وُہ اعمال رُوح کی غذا ہو جائیں اور اُسکی روٹی بنجائیں اور اُسکا آبِ شیریں بنجائیں کہ بغیر اسکے زندہ نہ رہ سکیں۔ غرض استقامت کے بارے میں ایسے حالات پیدا ہو جائیں جن کو انسان محض اپنی سعی سے پیدا نہیں کر سکتا بلکہ جیسا کہ رُوح کا خدا کیطرف سے فیضان ہوتا ہے وُہ فوق العادت استقامت بھی خدا کی طرف سے پیدا ہو جائے۔

بقیہ حاشیہ اور اس میں کچھ شک نہیں کہ خدا تعالیٰ کا علم تمام علوم سے کامل تر ہے اور علّت صوری کے کمال کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ یہ فقرہ لاریب فیہ یعنی یہ کتاب ہر ایک غلطی اور شک و شبہ سے پاک ہے اور اس میں کیا شک ہے کہ جو کتاب خدا تعالیٰ کے علم سے نکلی ہے وہ اپنی صحت اور ہر ایک عیب سے مُبرّا ہونے میں بے مثل ویسے مانند ہے اور لاریب ہونے میں اکمل اور اتم ہے اور علّتِ غائی کے کمال کی طرف اشارہ کرتا ہے یہ فقرہ کہ ھدًی للمتقین یعنی یہ کتاب ہدایت کامل متقین کے لئے ہے اور جہانتک انسانی سرشت کے لئے زیادہ سے زیادہ ہدایت ہو سکے وہ اِس کتاب کے ذریعہ سے ہوتی ہے۔ منہ

۱۳۵ اور ترقی سے مُراد یہ ہے کہ وُہ عبادت اور ایمان جو انسانی کوششوں کی انتہا ہے اس کے علاوہ وہ حالات پیدا ہو جائیں جو محض خدا تعالیٰ کے ہاتھ سے پیدا ہو سکتے ہیں۔ یہ بات ظاہر ہے۔ کہ خدا تعالیٰ پر ایمان لانے کے بارے میں انسانی سعی اور عقل صرف اِس حد تک رہبری کرتی ہے کہ اس پوشیدہ خدا پر جس کا چہرہ نہیں دیکھا گیا ایمان لایا جائے۔ اسی وجہ سے شریعت جو انسان کو اسکی طاقت سے زیادہ تکلیف دینا نہیں چاہتی۔ اس بات کے لئے مجبور نہیں کرتی کہ انسان اپنی طاقت سے ایمان بالغیب سے بڑھ کر ایمان حاصل کرے۔ ہاں راستبازوں کو اسی آیت ھُدًی لِّلْمُتَّقِیْن میں وعدہ دیا گیا ہے کہ جب وُہ ایمان بالغیب پر ثابت قدم ہو جائیں اور جو کچھ وُہ اپنی سعی سے کر سکتے ہیں کرلیں تب خدا ایمان کی حالت سے عرفان کی حالت تک انکو پہنچادے گا اور اُن کے ایمان میں ایک اور رنگ پیدا کر دے گا۔ قرآن شریف کی سچائی کی یہ ایک نشانی ہے کہ وُہ جو اُسکی طرف آتے ہیں اُنکو اُس مرتبہ ایمان اور عمل پر رکھنا نہیں چاہتا کہ جو وُہ اپنی کوشش سے اختیار کرتے ہیں کیونکہ اگر ایسا ہو تو کیونکر معلوم ہو کہ خدا موجود ہے بلکہ وُہ انسانی کوششوں پر اپنی طرف سے ایک ثمرہ مرتب کرتا ہے جس میں خدائی چمک اور خدائی تصرّف ہوتا ہے مثلاً جیسا کہ مَیں نے بیان کیا انسان خدا پر ایمان لانے کے بارہ میں اس سے زیادہ کیا کر سکتا ہے کہ وُہ اس پوشیدہ خدا پر ایمان لاوے جس کے وجود پر ذرّہ ذرّہ اِس عالم کا گواہ ہے۔ مگر انسان کی یہ تو طاقت ہی نہیں ہے کہ محض اپنے ہی قدموں اور اپنی ہی کوشش اور اپنے ہی زور بازو سے خدا کے انوار الوہیت پر اطلاع پاوے اور ایمانی حالت سے عرفانی حالت تک پہنچ جاوے اور مشاہدہ اور رویت کی کیفیت اپنے اندر پیدا کرلے۔

اسی طرح انسانی سعی اور کوشش نماز کے ادا کرنے میں اِس سے زیادہ کیا کر سکتی ہے کہ جہاں تک ہو سکے پاک اور صاف ہو کر اور نفی خطرات کر کے نماز ادا کریں اور کوشش کریں کہ نماز ایک گری ہوئی حالت میں نہ رہے اور اس کے جس قدر ارکان حمد و ثنا حضرت عزّت اور توبہ و استغفار اور دُعا اور دُرود ہیں وُہ دِلی جوش سے صادر ہوں لیکن یہ تو انسان کے

اختیار میں نہیں ہے کہ ایک فوق العادت محبّت ذاتی اور خشوع ذاتی اور محویت سے بھرا ہوا ذوق و ص۱۳۶
شوق اور ہر ایک کدورت سے خالی حضور اُس کی نماز میں پیدا ہو جائے گویا وُہ خدا کو دیکھ لے
اور ظاہر ہے کہ جبتک نماز میں یہ کیفیت پیدا نہ ہو وُہ نقصان سے خالی نہیں۔ اسی وجہ سے
خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ متقی وُہ ہیں جو نماز کو کھڑی کرتے ہیں اور کھڑی وُہی چیز کی جاتی ہے جو گرنے
کے لئے مستعد ہو۔ پس آیت یقیمون الصّلوٰۃ کے یہ معنی ہیں کہ جہانتک اُن سے ہو سکتا ہے نماز
کو قائم کرنے کیلئے کوشش کرتے ہیں اور تکلّف اور مجاہدات سے کام لیتے ہیں مگر انسانی کوششیں بغیر
خدا تعالیٰ کے فضل کے بیکار ہیں۔ اِسلئے اُس کریم و رحیم نے فرمایا ھُدًی لِّلْمُتَّقِیْنَ یعنی
جہانتک ممکن ہو وُہ تقویٰ کی راہ سے نماز کی اقامت میں کوشش کریں۔ پھر اگر وہ میرے کلام پر
ایمان لاتے ہیں تو میں انکو فقط اُنہی کی کوشش اور سعی پر نہیں چھوڑونگا بلکہ میں آپ انکی دستگیری کرونگا۔
تب اُن کی نماز ایک اور رنگ پکڑ جائے گی اور ایک اور کیفیت اُن میں پیدا ہو جائیگی جو اُنکے
خیال و گمان میں بھی نہیں تھی۔ یہ فضل محض اسلئے ہوگا کہ وُہ خدا تعالیٰ کے کلام قرآن شریف پر ایمان لائے
اور جہانتک اُن سے ہو سکا۔ اُس کے احکام کے مطابق عمل میں مشغول رہے۔ غرض نماز کے متعلق
جس زائد ہدایت کا وعدہ ہے وہ یہی ہے کہ اس قدر طبعی جوش اور ذاتی محبت اور خشوع اور کامل
حضور میسّر آجائے کہ انسان کی آنکھ اپنے محبوب حقیقی کے دیکھنے کیلئے کھل جائے اور ایک
خارق عادت کیفیت مشاہدہ جمالِ باری کی میسّر آجائے جو لذّاتِ رُوحانیہ سے سراسر معمور ہو
اور دُنیوی رذایل اور انواع و اقسام کے معاصی قولی اور فعلی اور بصری اور سماعی سے دل کو
متنفّر کر دے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اِنّ الحسنات یذھبن السیّاٰت [1]۔

ایسا ہی مالی عبادت جس قدر انسان اپنی کوشش سے کر سکتا ہے وُہ صرف اس قدر ہے کہ
اپنے اموال مرغوبہ میں سے کچھ خدا کیلئے دیوے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اسی سُورۃ میں فرمایا ہے
وممّا رزقنٰھم ینفقون [2] اور جیسا کہ ایک دُوسری جگہ فرمایا ہے لن تنالوا البرّ حتّٰی
تنفقوا ممّا تحبّون [3]۔ لیکن ظاہر ہے کہ اگر مالی عبادت انسان اسی قدر بجالاوے کہ اپنے

۱ ھود: ۱۱۵ ۲ البقرۃ: ۴ ۳ آل عمران: ۹۳

ص۱۳۷ اموال محبوبہ مرغوبہ میں سے کچھ خدا تعالیٰ کی راہ میں دیوے تو یہ کچھ کمال نہیں ہے کمال تو یہ ہے کہ ماسویٰ سے بکلّی دست بردار ہو جائے اور جو کچھ اُس کا ہے وہ اس کا نہیں بلکہ خدا کا ہو جائے۔ یہاں تک کہ جان بھی خدا تعالیٰ کی راہ میں فدا کرنے کیلئے طیار ہو کیونکہ وہ بھی ممّا رزقنٰھم میں داخل ہے خدا تعالیٰ کا منشاء اُس کے قول ممّا رزقنا سے صرف درہم و دینار نہیں ہے بلکہ یہ بڑا وسیع لفظ ہے جس میں ہر ایک وہ نعمت داخل ہے جو انسان کو دی گئی ہے۔

غرض اس جگہ بھی ھدًی لّلمتّقین فرمانے سے خدا تعالیٰ کا یہ منشاء ہے کہ جو کچھ انسان کو ہر ایک قسم کی نعمت مثلاً اُس کی جان اور صحت اور علم اور طاقت اور مال وغیرہ میں سے دیا گیا ہے اسکی نسبت انسان اپنی کوشش سے صرف ممّا رزقنٰھم ینفقون تک اپنا اخلاص ظاہر کر سکتا ہے اور اس سے بڑھ کر بشری قوتیں طاقت نہیں رکھتیں۔ لیکن خدا تعالیٰ کا قرآن شریف پر ایمان لانے والے کیلئے اگر وہ ممّا رزقنٰھم ینفقون کی حد تک اپنا صدق ظاہر کریگا۔ بموجب آیت ھدًی لّلمتّقین کے یہ وعدہ ہے کہ خدا تعالیٰ اِس قسم کی عبادات میں بھی کمال تک اُسکو پہنچا دیگا اور کمال یہ ہے کہ اُسکو یہ قوت ایثار بخشی جائیگی* کہ وہ شرح صدر سے یہ سمجھ لیگا کہ جو کچھ اُس کا ہے خدا کا ہے اور کبھی کسی کو محسوس نہیں کرائے گا کہ یہ چیزیں اُسکی تھیں جس کے ذریعہ سے اُس نے نوع انسان کی خدمت کی۔ مثلاً احسان کے ذریعہ سے کبھی انسان کسی کو محسوس کراتا ہے کہ اُس نے اپنا مال دوسرے کو دیا مگر یہ ناقص حالت ہے کیونکہ وہ تبھی محسوس کریگا کہ جب اُس چیز کو اپنی چیز سمجھے گا۔ پس بموجب آیت ھدًی لّلمتّقین کے خدا تعالیٰ قرآن شریف پر

*حاشیہ۔ اسکا سبب یہ ہے کہ بباعث ضعف بشریت انسان کی فطرت میں ایک بخل بھی ہے کہ اگر ایک پہاڑ سونے کا بھی اُس کے پاس ہو تب بھی ایک حصہ بخل کا اُسکے اندر ہوتا ہے اور نہیں چاہتا کہ اپنا تمام مال اپنے ہاتھ سے چھوڑ دے لیکن جب بموجب آیت ھدًی لّلمتّقین کی ایک وہبی قوت اُس کے شامل حال ہو جاتی ہے تو پھر ایسا انشراح صدر ہو جاتا ہے کہ تمام بخل اور سارا شحّ نفس دُور ہو جاتا ہے تب خدا کی رضا جوئی ہر ایک مال سے زیادہ پیاری معلوم ہوتی ہے اور وہ نہیں چاہتا کہ زمین پر فانی خزانے جمع کرے بلکہ آسمان پر اپنا مال جمع کرتا ہے۔ منہ

ایمان لانے والے کو اس مقام سے ترقی بخشیگا تو وہ یہاں تک اپنی تمام چیزوں کو خدا کی
چیزیں سمجھ لے گا کہ محسوس کرانے کی مرض بھی اُسکے دِل میں سے جاتی رہیگی اور نوعِ انسان کے
لئے ایک مادری ہمدردی اُس کے دِل میں پیدا ہو جائے گی بلکہ اِس سے بھی بڑھ کر۔ اور کوئی چیز
اُسکی اپنی نہیں رہے گی بلکہ سب خدا کی ہو جائے گی اور یہ تب ہوگا کہ جب وُہ سچے دِل سے
قرآن شریف اور نبی کریمؐ پر ایمان لائے گا بغیر اس کے نہیں۔ پس کس قدر گمراہ وُہ لوگ ہیں جو
بغیر متابعت قرآن شریف اور رسول کریمؐ کے صرف خشک توحید کو موجب نجات ٹھہراتے ہیں ۱۳۸
بلکہ مشاہدہ ثابت کر رہا ہے کہ ایسے لوگ نہ خدا پر سچا ایمان رکھتے ہیں نہ دُنیا کے لالچوں اور خواہشوں
سے پاک ہو سکتے ہیں چہ جائیکہ وہ کسی کمال تک ترقی کریں اور یہ بات بھی بالکل غلط اور کورانہ خیال
ہے کہ انسان خود بخود نعمت توحید حاصل کر سکتا ہے بلکہ توحید خدا کی کلام کے ذریعہ سے ملتی ہے
اور اپنی طرف سے جو کچھ سمجھتا ہے وہ شرک سے خالی نہیں۔ اِسی طرح خدا تعالیٰ کی کتابوں پر ایمان لانے
کے بارے میں انسانی کوشش صرف اِس حد تک ہے کہ انسان تقویٰ اختیار کر کے اُسکی کتاب پر
ایمان لاوے اور صبر سے اُسکی پیروی کرے اِس سے زیادہ انسان میں طاقت نہیں لیکن خدا تعالیٰ
نے آیت ھُدًی لِّلْمُتَّقِیْن میں یہ وعدہ فرمایا ہے کہ اگر اسکی کتاب اور رسول پر کوئی ایمان لائیگا
تو وُہ مزید ہدایت کا مستحق ہوگا اور خدا اُسکی آنکھ کھولیگا اور اپنے مکالمات اور مخاطبات سے
مشرف کریگا۔* اور بڑے بڑے نشان اُسکو دکھائیگا۔ یہانتک کہ وُہ اِسی دُنیا میں اُسکو دیکھ لیگا
کہ اُس کا خدا موجود ہے اور پُوری تسلّی پائیگا۔ خدا کا کلام کہتا ہے کہ اگر تو میرے پر کامل ایمان لاوے
تو مَیں تیرے پر بھی نازل ہونگا۔ اِسی بنا پر حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ
مَیں نے اِس اخلاص اور محبّت اور شوق سے خدا کے کلام کو پڑھا کہ وُہ الہامی رنگ میں میری
زبان پر بھی جاری ہو گیا۔ لیکن افسوس کہ لوگ اِس بات کو نہیں سمجھتے کہ مکالماتِ الٰہیہ کیا شئے ہیں

* درحقیقت کمال متابعت یہی ہے کہ وُہی رنگ پکڑ لے اور وُہی انوار دِل پر وارد ہو جائیں۔ دخلتُ
النار حتّٰی صِرت نارًا۔ منہ

اور کس حالت میں کہا جائیگا کہ خدا کسی شخص سے مکالمہ فرماتا ہے بلکہ اکثر نادان لوگ شیطانی القاء کو بھی خدا کا کلام سمجھنے لگتے ہیں اور اُنکو شیطانی اور رحمانی الہام میں تمیز نہیں۔ پس یاد رہے کہ رحمانی الہام اور وحی کیلئے اوّل شرط یہ ہے کہ انسان محض خدا کا ہو جائے اور شیطان کا کوئی حصّہ اُس میں نہ رہے کیونکہ جہاں مُردار ہے ضرور ہے کہ وہاں کُتّے بھی جمع ہو جائیں اسی لئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔ ھل انبئکم علٰی من تنزّل الشیاطین ٭ تنزّل علٰی کلّ افّاکٍ اثیم[1]۔ مگر جس میں شیطان کا حصّہ نہیں رہا اور وہ سفلی زندگی سے ایسا دُور ہوا کہ گویا مَر گیا اور راستباز اور وفادار بندہ بن گیا اور خدا کی طرف آگیا اُسپر شیطان حملہ نہیں کر سکتا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ ۱۲۹
فرماتا ہے۔ ان عبادی لیس لک علیھم سلطان[2] جو شیطان کے ہیں اور شیطان کی عادتیں اپنے اندر رکھتے ہیں اُنہیں کیطرف شیطان دَوڑتا ہے کیونکہ وہ شیطان کے شکار ہیں۔

اور نیز یاد رہے کہ خدا کے مکالمات ایک خاص برکت اور شوکت اور لذّت اپنے اندر رکھتے ہیں۔ اور چونکہ خدا سمیع و علیم و رحیم ہے اِس لئے وہ اپنے متّقی اور راستباز اور وفادار بندوں کو اُن کے معروضات کا جواب دیتا ہے اور یہ سوال و جواب کئی گھنٹوں تک طول پکڑ سکتے ہیں جب بندہ عجز و نیاز کے رنگ میں ایک سوال کرتا ہے تو اسکے بعد چند منٹ تک اس پر ایک ربودگی طاری ہو کر اس ربودگی کے پردہ میں اُسکو جواب مل جاتا ہے۔ پھر بعد اس کے بندہ اگر کوئی سوال کرتا ہے تو پھر دیکھتے دیکھتے اسپر ایک اور ربودگی طاری ہو جاتی ہے اور بدستور اس کے پردہ میں جواب مل جاتا ہے۔ اور خدا ایسا کریم اور رحیم اور حلیم ہے کہ اگر ہزار دفعہ بھی ایک بندہ کچھ سوالات کرے تو جواب مل جاتا ہے۔ مگر چونکہ خدا تعالیٰ بے نیاز بھی ہے اور حکمت اور مصلحت کی بھی رعایت رکھتا ہے اِس لئے بعض سوالات کے جواب میں اظہار مطلوب نہیں کیا جاتا۔ اور اگر یہ پوچھا جاوے کہ کیونکر معلوم ہو کہ وہ جوابات خدا تعالیٰ کی طرف سے ہیں۔ نہ شیطان کی طرف سے۔ اِس کا جواب ہم ابھی دے چکے ہیں۔

ماسوا اسکے شیطان گنگا ہے اپنی زبان میں فصاحت اور روانگی نہیں رکھتا اور گنگے کی

[1] الشعراء: ۲۲۳ [2] الحجر: ۴۳

طرح وہ فصیح اور کثیر المقدار باتوں پر قادر نہیں ہو سکتا صرف ایک بدبودار پیرایہ میں فقرہ دو فقرہ دل میں ڈال دیتا ہے۔ اسکو ازل سے یہ توفیق ہی نہیں دیگئی کہ لذیذ اور باشوکت کلام کر سکے اور یا چند گھنٹہ تک سلسلہ کلام کا سوالات کے جواب دینے میں جاری رکھ سکے۔ اور وہ بہرہ بھی ہے ہر ایک سوال کا جواب نہیں دے سکتا۔ اور وہ عاجز بھی ہے اپنے الہامات میں کوئی قدرت اور اعلیٰ درجہ کی غیب گوئی کا نمونہ دکھلا نہیں سکتا۔* اور اُس کا گلا بھی بیٹھا ہوا ہے پُرشوکت اور بلند آواز سے بول نہیں سکتا۔ مخنثوں کی طرح اُسکی آواز دھیمی ہے انھیں علامات سے شیطانی وحی کو شناخت کر لوگے۔ لیکن خدا تعالیٰ گونگے اور بہرے اور عاجز کی طرح نہیں وہ سنتا ہے اور برابر جواب دیتا ہے اور ۱۴۰

* یہ سوال کہ آیا شیطانی خواب یا الہام میں کوئی غیبی خبر ہو سکتی ہے یا نہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ شیطانی خواب یا الہام میں جیساکہ قرآن شریف سے ظاہر ہوتا ہے کبھی خبر غیب تو ہو سکتی ہے مگر وہ تین علامتیں اپنے ساتھ رکھتی ہے (۱) اوّل یہ کہ وہ غیب کوئی اقتداری غیب نہیں ہوتا جیساکہ خدا تعالیٰ کے کلام میں اس قسم کے غیب ہوتے ہیں کہ فلاں شخص جو شرارت سے باز نہیں آتا ہم اُس کو ہلاک کرینگے۔ اور فلاں شخص جس نے صدق دکھلایا ہم اُسکو ایسی ایسی عزت دینگے اور ہم اپنے نبی کی تائید کیلئے فلاں فلاں نشان دکھلائیں گے اور ان کا کوئی مقابلہ نہیں کر سکیگا اور ہم منکروں پر فلاں عذاب وارد کریں گے اور مومنوں کو اس طور کی فتح اور نصرت دینگے۔ یہ اقتداری غیب ہیں جو حکومت کی طاقت اپنے اندر رکھتے ہیں۔ ایسی پیشگوئیاں شیطان نہیں کر سکتا (۲) دوسرے شیطانی خواب یا الہام بخیل کی طرح ہوتا ہے اس میں کثرت سے غیب نہیں ہوتا اور رحمانی ملہم کے مقابل پر ایسا شخص بھاگ جاتا ہے کیونکہ رحمانی ملہم کے مقابل پر اس کا غیب اس قدر قلیل المقدار ہوتا ہے جیساکہ سمندر کے مقابل پر ایک قطرہ (۳) تیسرے اکثر اس پر جھوٹ غالب ہوتا ہے۔ مگر رحمانی خواب یا الہام پر سچ غالب ہوتا ہے یعنی اگر کل الہامات کو دیکھا جائے تو رحمانی الہام میں کثرت سچ کی ہوتی ہے۔ اور شیطانی میں اس کے برخلاف۔ اور ہم نے کُل کا لفظ رحمانی خوابوں یا الہاموں کی نسبت اس لئے استعمال نہیں کیا کہ ان میں بھی بعض الہام یا خواب متشابہات کے رنگ میں ہوتے ہیں یا اجتہادی طور پر کوئی غلطی ہو جاتی ہے اور جاہل نادان ایسی پیشگوئیوں کو جھوٹ سمجھ لیتے ہیں اور ان کا وجود محض ابتلا کے لئے ہوتا ہے۔ اور بعض ربّانی پیشگوئیاں وعید کی قسم سے ہوتی ہیں جن کا تخلّف جائز ہوتا ہے۔ اور نیز یاد رہے کہ شیطانی الہام فاسق اور ناپاک آدمی سے مناسبت رکھتا ہے۔ مگر رحمانی الہامات کی کثرت صرف اُن کو ہوتی ہے جو پاک دل ہوتے اور خدا تعالیٰ کی محبت میں محو ہو جاتے ہیں۔ منہ

اُس کے کلام میں شوکت اور ہیبت اور بلندی آواز ہوتی ہے اور کلام پُراثر اور لذیذ ہوتا ہے اور شیطان کا کلام دھیما اور زنانہ اور مُشتبہ رنگ میں ہوتا ہے اس میں ہیبت اور شوکت اور بلندی نہیں ہوتی اور نہ وہ بہت دیر تک چل سکتا ہے گویا جلدی تھک جاتا ہے اور اس میں بھی کمزوری اور بُزدلی ٹپکتی ہے۔ مگر خدا کا کلام تھکنے والا نہیں ہوتا اور ہر ایک قسم کی طاقت اپنے اندر رکھتا ہے اور بڑے بڑے غیبی امور اور اقتداری وعدوں پر مشتمل ہوتا ہے اور خدائی جلال اور عظمت اور قدرت اور قدّوسی کی اُس سے بُو آتی ہے۔ اور شیطان کے کلام میں یہ خاصیت نہیں ہوتی۔ اور نیز خدا تعالیٰ کا کلام ایک قوی تاثیر اپنے اندر رکھتا ہے اور ایک میخ فولادی کی طرح دل میں دھنس جاتا ہے اور دل پر ایک پاک اثر کرتا ہے اور دل کو اپنی طرف کھینچتا ہے اور جس پر نازل ہوتا ہے اُسکو مرد میدان کر دیتا ہے یہاں تک کہ اگر اُسکو تیز تلوار کے ساتھ ٹکڑہ ٹکڑہ کر دیا جاوے یا اُس کو پھانسی دیا جاوے یا ہر ایک قسم کا دُکھ جو دُنیا میں ممکن ہے پہنچایا جاوے اور ہر ایک قسم کی بے عزتی اور توہین کی جائے یا آتش سوزاں میں بٹھایا جاوے یا جلایا جاوے وہ کبھی نہیں کہیگا کہ یہ خدا کا کلام نہیں جو میرے پر نازل ہوتا ہے کیونکہ خدا اُسکو یقین کامل بخش دیتا ہے اور اپنے چہرہ کا عاشق کر دیتا ہے اور جان اور عزّت اور مال اُس کے نزدیک ایسا ہوتا ہے جیسا کہ ایک تنکا۔ وُہ خدا کا دامن نہیں چھوڑتا اگرچہ تمام دُنیا اُس کو اپنے پیروں کے نیچے کُچل ڈالے اور توکّل اور شجاعت اور استقامت میں بے مثل ہوتا ہے مگر شیطان سے الہام پانے والے یہ قوت نہیں پاتے وُہ بُزدل ہوتے ہیں کیونکہ شیطان بُزدل ہے۔

بالآخر ہم یہ بھی ظاہر کرنا چاہتے ہیں کہ وُہ امر جو عبدالحکیم خان کی ضلالت کا باعث ہوا ہے جس کی وجہ سے اُس کو یہ خیال گذرا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کی ضرورت نہیں وہ قرآن شریف کی ایک آیت کی غلط فہمی ہے جو بباعث کمی علم اور کمی تدبّر کے اُس سے ظہور
۱۴۱ میں آئی اور وُہ آیت یہ ہے۔ انّ الّذین اٰمنوا والّذین ھادوا والنصارٰی والصّابئین من اٰمن باللّٰہ والیوم الاٰخر وعمل صالحًا فلھم اجرھم عند ربّھم ولا خوف علیھم ولا ھم یحزنون[۱]o (ترجمہ) یعنی جو لوگ اِسلام میں داخل ہو چکے ہیں۔ اور

[۱] البقرۃ : ۶۳

جو لوگ یہود و نصاریٰ اور ستارہ پرست ہیں جو شخص اُن میں سے اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان لائے گا اور اعمال صالحہ بجا لائے گا خدا اُس کو ضائع نہیں کرے گا اور ایسے لوگوں کا اجر اُن کے ربّ کے پاس ہے اور اُن کو کچھ خوف نہیں ہوگا اور نہ غم۔*

یہ آیت ہے جس سے بباعث نادانی اور کج فہمی یہ نتیجہ نکالا گیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کی کچھ ضرورت نہیں۔ نہایت افسوس کا مقام ہے کہ یہ لوگ اپنے نفس امّارہ کے پیرو ہوکر محکمات اور بیّنات قرآنی کی مخالفت کرتے ہیں اور اسلام سے خارج ہونے کیلئے متشابہات کی پناہ ڈھونڈتے ہیں۔ اُن کو یاد رہے کہ اس آیت سے وہ کچھ فائدہ نہیں اُٹھا سکتے کیونکہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا اور آخرت پر ایمان لانا اس بات کو مستلزم پڑا ہوا ہے کہ قرآن شریف اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لایا جائے۔ وجہ یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے اَللّٰہ کے نام کی قرآن شریف میں یہ تعریف کی ہے کہ اللہ وہ ذات ہے جو ربّ العٰلمین اور رحمٰن اور رحیم ہے جس نے زمین اور آسمان کو چھ دن میں بنایا اور آدم کو پیدا کیا۔ اور رسول بھیجے اور کتابیں بھیجیں اور سب کے آخر حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا کیا جو خاتم الانبیاء اور خیر الرسل ہے۔ اور یوم آخر قرآن شریف کی رُو سے یہ ہے جس میں مُردے جی اُٹھیں گے اور پھر ایک فریق بہشت میں داخل کیا جائیگا جو جسمانی اور رُوحانی نعمت کی جگہ ہے اور ایک فریق دوزخ میں داخل کیا جاویگا جو رُوحانی اور جسمانی عذاب کی جگہ ہے اور خدا تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے کہ اس یوم آخر پر وہی لوگ ایمان لاتے ہیں جو اس کتاب پر ایمان لاتے ہیں۔

پس جبکہ اللہ تعالیٰ نے خود لفظ اللہ اور یوم آخر کے بتصریح ایسے معنے کر دئے جو اسلام سے مخصوص ہیں تو جو شخص اللہ پر ایمان لائے گا اور یوم آخر پر ایمان لائے گا۔ اُس کے لئے یہ لازمی امر ہوگا کہ قرآن شریف اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاوے اور کسی کا

* اگر اس آیت سے یہ نکلتا ہے کہ صرف توحید کافی ہے تو پھر مفصلہ ذیل آیت سے یہ ثابت ہوگا کہ شرک وغیرہ سب گناہ بغیر توبہ کے بخشے جائیں گے اور وہ آیت یہ ہے۔ قل یا عبادی الذین اسرفوا علٰی انفسھم لا تقنطوا من رحمۃ اللہ ان اللہ یغفر الذنوب جمیعًا[1]۔ حالانکہ ایسا ہرگز نہیں۔ منہ

[1] الزمر: ۵۴

صـ۱۴۲ اختیار نہیں ہے کہ ان معنوں کو بدل ڈالے۔ اور ہم اِس بات کے مجاز نہیں ہیں کہ اپنی طرف سے کوئی ایسے معنے ایجاد کریں کہ جو قرآن شریف کے بیان کردہ معنوں سے مغائر اور مخالف ہوں ہم نے اوّل سے آخر تک قرآن شریف کو غور سے دیکھا ہے اور توجہ سے دیکھا اور بار بار دیکھا اور اس کے معانی میں خوب تدبّر کیا ہے ہمیں بدیہی طور پر یہ معلوم ہوا ہے کہ قرآن شریف میں جس قدر صفات اور افعالِ الٰہیہ کا ذکر ہے ان سب صفات کا موصوف اسمِ اللہ ٹھیرایا گیا ہے۔ مثلاً کہا گیا ہے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ[1] ایسا ہی اس قسم کی اور بہت سی آیات ہیں جن میں یہ بیان ہے کہ اللہ وُہ ہے جس نے قرآن اُتارا۔ اللہ وُہ ہے جس نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا۔ پس جبکہ قرآنی اصطلاح میں اللہ کے مفہوم میں یہ داخل ہے کہ اللہ وُہ ہے جس نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا ہے لہٰذا یہ ضروری ہے کہ جو شخص اللہ پر ایمان لاوے تبھی اُس کا ایمان معتبر اور صحیح سمجھا جائے گا جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاوے۔ خدا تعالیٰ نے اس آیت میں یہ نہیں فرمایا کہ مَنْ اٰمَنَ بِالرَّحْمٰن یا مَنْ اٰمَنَ بِالرَّحِیْم یا مَنْ اٰمَنَ بِالْکَرِیْم بلکہ یہ فرمایا کہ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰہ اور اللہ سے مُراد وہ ذات ہے جو مستجمع جمیع صفات کاملہ ہے اور ایک عظیم الشان صفت اُسکی یہ ہے کہ اُس نے قرآن شریف کو اُتارا۔ اس صورت میں ہم صرف ایسے شخص کی نسبت کہہ سکتے ہیں کہ وہ اللہ پر ایمان لایا جبکہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی ایمان لایا ہو اور قرآن شریف پر بھی ایمان لایا ہو۔ اگر کوئی کہے کہ پھر اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کے کیا معنی ہوئے۔ تو یاد رہے کہ اس کے یہ معنی ہیں کہ جو لوگ محض خدا تعالیٰ پر ایمان لاتے ہیں اُن کا ایمان معتبر نہیں ہے۔ جب تک خدا کے رسول پر ایمان نہ لاویں یا جب تک اُس ایمان کو کامل نہ کریں۔ اِس بات کو یاد رکھنا چاہیئے کہ قرآن شریف میں اختلاف نہیں ہے۔ پس یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ صدہا آیتوں میں تو خدا تعالیٰ یہ فرماوے کہ صرف توحید کافی نہیں ہے بلکہ اُسکے نبی پر ایمان لانا نجات کے لئے ضروری ہے بجز اس صورت کے کہ کوئی اس نبی سے بیخبر رہا ہو اور پھر کسی ایک آیت میں

[1] الفاتحۃ : ۲-۴

برخلاف اِس کے یہ بتلاوے کہ صرف توحید سے ہی نجات ہوسکتی ہے۔ قرآن شریف اور صـ۱۴۳
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کی کچھ ضرورت نہیں اور طرفہ یہ کہ اس آیت میں توحید کا ذکر بھی نہیں۔ اگر توحید مُراد ہوتی تو یوں کہنا چاہیئے تھا کہ من اٰمن بالتوحید۔ مگر آیت کا تو یہ لفظ ہے کہ من اٰمن باللّٰہ۔ پس اٰمن باللّٰہ کا فقرہ ہم پر یہ واجب کرتا ہے کہ ہم اِس بات پر غور کریں کہ قرآن شریف میں اللہ کا لفظ کن معنوں پر آتا ہے۔ ہماری دیانت کا یہ تقاضا ہونا چاہیئے کہ جب ہمیں خود قرآن سے ہی یہ معلوم ہُوا کہ اللہ کے مفہوم میں یہ داخل ہے کہ اللہ وُہ ہے جس نے قرآن بھیجا اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا تو ہم اُسی معنی کو قبول کرلیں جو قرآن شریف نے بیان کئے اور خود روی اختیار نہ کریں۔

ماسوا اس کے ہم بیان کرچکے ہیں کہ نجات حاصل کرنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ انسان خدا تعالیٰ کی ہستی پر کامل یقین پیدا کرے اور نہ صرف یقین بلکہ اطاعت کیلئے بھی کمربستہ ہوجائے اور اسکی رضامندی کی راہوں کو شناخت کرے۔ اور جب سے کہ دُنیا پیدا ہوئی ہے یہ دونوں باتیں محض خدا تعالیٰ کے رسولوں کے ذریعہ سے ہی حاصل ہوتی آئی ہیں پھر کس قدر یہ لغو خیال ہے کہ ایک شخص توحید تو رکھتا ہو مگر خدا تعالیٰ کے رسول پر ایمان نہیں لاتا وُہ بھی نجات پائیگا۔ اے عقل کے اندھے اور نادان! توحید بجز ذریعہ رسول کے کب حاصل ہوسکتی ہے۔ اسکی تو ایسی ہی مثال ہے کہ جیسے ایک شخص روزِ روشن سے تو نفرت کرے اور اُس سے بھاگے اور پھر کہے کہ میرے لئے آفتاب ہی کافی ہے دن کی کیا حاجت ہے۔ وُہ نادان نہیں جانتا کہ کیا آفتاب کبھی دن سے علیحدہ بھی ہوتا ہے۔ ہائے افسوس یہ نادان نہیں سمجھتے کہ خدا تعالیٰ کی ذات تو مخفی در مخفی اور غیب در غیب اور وراء الوراء ہے اور کوئی عقل اسکو دریافت نہیں کرسکتی جیسا کہ وُہ خود فرماتا ہے۔ لا تدرکہ الابصار وھو یدرک الابصار[1] یعنی بصارتیں اور بصیرتیں اسکو پا نہیں سکتیں اور وُہ اُن کے انتہا کو جانتا ہے اور اُن پر غالب ہے۔ پس اُس کی توحید محض عقل کے ذریعہ سے غیر ممکن ہے کیونکہ توحید کی حقیقت یہ ہے کہ جیسا کہ انسان آفاقی

[1] الانعام : ۱۰۴

۱۴۴ باطل معبودوں سے کنارہ کرتا ہے یعنی بُتوں یا انسانوں یا سورج چاند وغیرہ کی پرستش سے دستکش ہوتا ہے۔ ایسا ہی انفسی باطل معبودوں سے پرہیز کرے یعنی اپنی رُوحانی جسمانی طاقتوں پر بھروسہ کرنے سے اور اُن کے ذریعہ سے عُجب کی بلا میں گرفتار ہونے سے اپنے تئیں بچاوے۔ پس اس صُورت میں ظاہر ہے کہ بجز ترک خودی اور رسول کا دامن پکڑنے کے توحید کامل حاصل نہیں ہوسکتی۔ اور جو شخص اپنی کسی قوّت کو شریک باری ٹھیراتا ہے وہ کیونکر موحّد کہلا سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن شریف نے جا بجا توحید کامل کو پیروی رسول سے وابستہ کیا ہے۔ کیونکہ کامل توحید ایک نئی زندگی ہے اور بجز اُس کے نجات حاصل نہیں ہوسکتی جب تک خدا کے رسول کا پَیرو ہو کر اپنی سفلی زندگی پر موت وارد نہ کرے۔ علاوہ اسکے قرآن شریف میں بموجب قول ان نادانوں کے تناقض لازم آتا ہے کیونکہ ایک طرف تو جا بجا وہ یہ فرماتا ہے کہ بجز ذریعۂ رسول توحید حاصل نہیں ہوسکتی اور نہ نجات حاصل ہوسکتی ہے۔ پھر دُوسری طرف گویا وُہ یہ کہتا ہے کہ حاصل ہوسکتی ہے حالانکہ توحید اور نجات کا آفتاب اور اُسکو ظاہر کرنیوالا صرف رسول ہی ہوتا ہے اُسی کی روشنی سے توحید ظاہر ہوتی ہے پس ایسا تناقض خدا کی کلام کی طرف منسوب نہیں ہوسکتا۔

بڑی غلطی اس نادان کی یہ ہے کہ اُس نے توحید کی حقیقت کو بالکل نہیں سمجھا توحید ایک نُور ہے جو آفاقی و انفسی معبودوں کی نفی کے بعد دل میں پیدا ہوتا ہے اور وجود کے ذرّہ ذرّہ میں سرایت کر جاتا ہے پس وہ بجز خدا اور اُسکے رسول کے ذریعہ کے محض اپنی طاقت سے کیونکر حاصل ہوسکتا ہے انسان کا فقط یہ کام ہے کہ اپنی خودی پر موت وارد کرے اس شیطانی نخوت کو چھوڑ دے کہ میں علوم میں پرورش یافتہ ہوں اور ایک جاہل کی طرح اپنے تئیں تصوّر کرے اور دُعا میں لگا رہے تب توحید کا نُور خدا کی طرف سے اُس پر نازل ہوگا اور ایک نئی زندگی اُسکو بخشے گا۔

اخیر پر ہم یہ بیان کرنا بھی ضروری سمجھتے ہیں کہ اگر ہم فرض محال کے طور پر یہ مان لیں کہ اللہ کا لفظ ایک عام معنوں پر مشتمل ہے جس کا ترجمہ خدا ہے اور اُن معنوں کو نظرانداز کردیں۔ جو قرآن شریف پر نظر تدبّر ڈال کر معلوم ہوتے ہیں یعنی یہ کہ اللہ کے مفہوم میں یہ داخل ہے کہ وُہ وُہ

ذات ہے جس نے قرآن شریف بھیجا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا۔ تب بھی یہ آیت مخالف کو مفید نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ صرف اللہ تعالیٰ کو ماننا نجات کیلئے کافی ہے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص اللہ پر جو خدا تعالیٰ کا اسمِ اعظم ہے اور مستجمع جمیع صفات کاملہ حضرت عزّت ہے ایمان لائیگا تو خدا اُس کو ضائع نہیں کریگا اور کشاں کشاں اس کو اسلام کی طرف لے آئے گا کیونکہ ایک سچائی دُوسری سچائی میں داخل ہونے کے لئے مدد دیتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ پر خالص ایمان لانے والے آخر حق کو پالیتے ہیں۔ ۱۴۸

قرآن شریف میں یہ وعدہ ہے کہ جو شخص سچے دل سے خدا تعالیٰ پر ایمان لائیگا خدا اُسکو ضائع نہیں کریگا اور حق اُس پر کھول دیگا اور راہ راست اُسکو دکھائیگا جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا [1]

پس اس آیت کے یہ معنی ہوئے کہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لانیوالا ضائع نہیں کیا جاتا آخر اللہ تعالیٰ پوری ہدایت اُسکو کر دیتا ہے چنانچہ صوفیوں نے صدہا مثالیں اسکی لکھی ہیں کہ بعض غیر قوم کے لوگ جب کمال اخلاص سے خدا تعالیٰ پر ایمان لائے اور اعمال صالحہ میں مشغول ہوئے تو خدا تعالیٰ نے اُن کو اُن کے اخلاص کا یہ بدلہ دیا کہ اُن کی آنکھیں کھول دیں اور خاص اپنی دستگیری سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سچائی اُن پر ظاہر کر دی۔ یہی معنی اس آیت کے آخری فقرہ کے ہیں فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ [2] خدا تعالیٰ کا اجر جبتک دُنیا میں ظاہر نہیں ہوتا آخرت میں بھی ظاہر نہیں ہوتا۔ پس دنیا میں خدا تعالیٰ پر ایمان لانے کا یہ اجر ملتا ہے کہ ایسے شخص کو خدا تعالیٰ پوری ہدایت بخشتا ہے اور ضائع نہیں کرتا۔ اسی کی طرف یہ آیت بھی اشارہ کرتی ہے۔ وان من اهل الكتب الا ليؤمنن به قبل موته [3] یعنے وہ لوگ جو درحقیقت اہل کتاب ہیں اور سچے دل سے خدا پر اور اُسکی کتابوں پر ایمان لاتے اور عمل کرتے ہیں وہ آخرکار اس نبی پر ایمان لے آئیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ ہاں خبیث آدمی جن کو اہل کتاب نہیں کہنا چاہیئے وہ ایمان نہیں لاتے۔ ایسا ہی سوانح اسلام میں اسکی بہت سی

۱؎ العنکبوت: ۷۰ ۲؎ البقرۃ: ۲۷۵ ۳؎ النساء: ۱۶۰

مثالیں پائی جاتی ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ ایسا کریم و رحیم ہے اگر کوئی ایک ذرہ بھی ۱۴۶
نیکی کرے تب بھی اُس کی جزا میں اسلام میں اُس کو داخل کر دیتا ہے جیسا کہ ایک حدیث میں بھی ہے کہ کسی صحابی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی کہ مَیں نے کفر کی حالت میں محض خدا تعالیٰ کے خوش کرنے کے لئے بہت کچھ مال مساکین کو دیا تھا۔ کیا اس کا ثواب بھی مجھ کو ہوگا۔ تو آپ نے فرمایا کہ وُہی صدقات ہیں جو تجھ کو اسلام کی طرف کھینچ لائے۔ پس اسی طرح جو شخص کسی غیر مذہب میں خدا تعالیٰ کو واحد لاشریک جانتا ہے اور اُس سے محبت کرتا ہے تو خدا تعالیٰ بموجب آیت فَلَهُمْ أَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ[1] آخر اُس کو اسلام میں داخل کر دیتا ہے۔ یہی معاملہ **باوا نانک** کو پیش آیا۔ جب اُس نے بڑے اخلاص سے بُت پرستی کو چھوڑ کر توحید کو اختیار کیا اور خدا تعالیٰ سے محبت کی تو وُہی خدا جس نے آیت ممدوحہ بالا میں فرمایا ہے فلھم اجرھم عند ربھم اُس پر ظاہر ہوا اور اپنے الہام سے اسلام کی طرف اُس کو رہبری کی تب وُہ مسلمان ہوگیا اور حج بھی کیا۔

اور کتاب بحر الجواہر میں لکھا ہے کہ ابو الخیر نام ایک یہودی تھا جو پارسا طبع اور راستباز آدمی تھا اور خدا تعالیٰ کو واحد لاشریک جانتا تھا۔ ایک دفعہ وُہ بازار میں چلا جاتا تھا تو ایک مسجد سے اُس کو آواز آئی کہ ایک لڑکا قرآن شریف کی یہ آیت پڑھ رہا تھا۔

الٓمّٓ ۚ أَحَسِبَ النَّاسُ أَنْ يُتْرَكُوا أَنْ يَقُولُوا آمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُونَ ۝[2]

یعنی کیا لوگ گمان کرتے ہیں کہ یُونہی وُہ نجات پا جاویں گے صرف اس کلمہ سے کہ ہم ایمان لائے۔ اور ابھی خدا کی راہ میں اُن کا امتحان نہیں کیا گیا کہ کیا ان میں ایمان لانے والوں کی سی استقامت اور صدق اور وفا بھی موجود ہے یا نہیں؟ اس آیت نے ابو الخیر کے دل پر بڑا اثر کیا اور اُسکے دل کو گداز کر دیا۔ تب وہ مسجد کی دیوار کے ساتھ کھڑا ہو کر زار زار رویا۔ رات کو حضرت سیدنا و مولنا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اُس کی خواب میں آئے اور فرمایا یا ابا الخیر اعجبنی ان مثلك مع کمال فضلك ینکر بنبوّتی۔ یعنی اے ابو الخیر مجھے تعجب آیا کہ تیرے جیسا انسان باوجود اپنے کمال

۱؎ البقرۃ: ۲۷۵ ۲؎ العنکبوت: ۲-۳

فضل اور بزرگی کے میری نبوت سے انکار کرے۔ پس صبح ہوتے ہی ابوالخیر مُسلمان ہو گیا اور ص۱۴۷
اپنے اسلام کا اعلان کر دیا۔

خلاصہ یہ کہ مَیں اِس بات کو بالکل سمجھ نہیں سکتا کہ ایک شخص خدا تعالیٰ پر ایمان لاوے۔ اور اُس کو واحد لاشریک سمجھے اور خدا اُس کو دوزخ سے تو نجات دے مگر نابینائی سے نجات نہ دے حالانکہ نجات کی جڑھ معرفت ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ من کان فی ھٰذہٖ اعمٰی فھو فی الاٰخرۃ اعمٰی واضل سبیلاً[۱]۔ یعنی جو شخص اِس جہان میں اندھا ہے وُہ دُوسرے جہان میں بھی اندھا ہی ہوگا بلکہ اِس سے بھی بدتر۔ یہ بات بالکل سچ ہے کہ جس نے خدا کے رسولوں کو شناخت نہیں کیا اُس نے خدا کو بھی شناخت نہیں کیا۔ خدا کے چہرے کا آئینہ اُسکے رسول ہیں۔ ہر ایک جو خدا کو دیکھتا ہے اسی آئینہ کے ذریعہ سے دیکھتا ہے۔ پس یہ کِس قسم کی نجات ہے کہ ایک شخص دُنیا میں تمام عمر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مکذّب اور مُنکر رہا اور قرآن شریف سے انکاری رہا اور خدا تعالیٰ نے اُس کو آنکھیں نہ بخشیں اور نہ دِل دیا اور وُہ اندھا ہی رہا اور اندھا ہی مر گیا اور پھر نجات بھی پا گیا۔ یہ عجیب نجات ہے۔ اور ہم دیکھتے ہیں کہ خدا تعالیٰ جس شخص پر رحمت کرنا چاہتا ہے پہلے اُس کو آنکھیں بخشتا ہے اور اپنی طرف سے اُسکو علم عطا کرتا ہے۔ صدہا آدمی ہمارے سلسلہ میں ایسے ہونگے کہ وُہ محض خواب یا الہام کے ذریعہ سے ہماری جماعت میں داخل ہوئے ہیں اور خدا تعالیٰ کی ذات وسیع الرحمت ہے اگر کوئی ایک قدم اسکی طرف آتا ہے تو وُہ دو قدم آتا ہے۔ اور جو شخص اُس کی طرف جلدی سے چلتا ہے تو وہ اُس کی طرف دَوڑتا آتا ہے اور نابینا کی آنکھیں کھولتا ہے۔ پھر کیونکر قبول کیا جائے کہ ایک شخص اُس کی ذات پر ایمان لایا اور سچے دل سے اُس کو واحد لاشریک سمجھا اور اُس سے محبّت کی اور اُس کے اولیاء میں داخل ہوا۔ پھر خدا نے اُسکو نابینا رکھا اور ایسا اندھا رہا کہ خدا کے نبی کو شناخت نہ کر سکا۔ اسی کی مؤیّد یہ حدیث ہے کہ من مات ولم یعرف امام زمانہ فقد مات میتۃ الجاھلیۃ یعنی جس نے اپنے زمانہ کے امام کو شناخت نہ کیا وُہ جاہلیت کی موت مر گیا اور صراطِ مستقیم سے بے نصیب رہا۔

[۱] بنی اسرائیل : ۷۳